ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ایڈیٹر
نصر اللہ خان ناصر

مارچ سنہ ۱۹۹۹ء

"خوشخبری"

"تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے۔ اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔

یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دیگا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی۔ اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوئے بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائیگا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بد بختی اس کو جہنم تک پہنچائیگی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے۔ اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتحیاب ہونگے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔"

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۸۔۳۰۹)

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماھنامہ
انصار اللہ ربوہ

امان ۱۳۷۸ ھش

مارچ ۱۹۹۹ء

ایڈیٹر
نصر اللہ خان ناصر

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد
مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس شمارہ میں

جلد نمبر ——— ۴۰
شمارہ نمبر ——— ۳

شرح چندہ

پاکستان ——— ساٹھ روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ ——— چھ روپے

اداریہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے مقاصد عالیہ

۲۳۔ مارچ ۱۸۸۹ء جماعت احمدیہ کا یوم تاسیس ہے جب شہر لدھیانہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ہاتھ پر چالیس پاک نفوس کی بیعت سے اس سلسلہ کی بنیاد پڑی۔ اس لحاظ سے ۲۳ مارچ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

اس مبارک دن کا پس منظر یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کے بارہ میں یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ اگر ایمان ثریا پر بھی جا چکا ہو گا تو رجل فارس (امام آخر الزمان مہدی معہودؑ) اسے دوبارہ دنیا میں قائم کر دے گا۔ اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ایسا دور آیا جب ایمانی اخلاقی اور روحانی قدریں دنیا سے مفقود ہو چکی تھیں۔ بے دینی شرک اور دہریت کا دور دورہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو مسیح موعود و مہدی معہود کے منصبِ جلیلہ پر فائز کیا۔ آپ کی آمد کا مقصد ایمان کو پھر سے قائم کرنا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

> "خدا تعالیٰ نے زمانے کی موجودہ حالت کو دیکھ کر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیت اور گمراہی سے بھرا ہوا پا کر مجھے تبلیغ حق اور اصلاح کے لئے مامور فرمایا...... تب میں نے اس حکم کی پابندی سے عام لوگوں میں..... ندا کرنی شروع کی کہ اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدید دین کے لئے آنے والا تھا وہ میں ہی ہوں تا وہ ایمان جو زمین پر سے اٹھ گیا ہے۔ اس کو دوبارہ قائم کروں........"

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳)

نیز فرمایا:۔

> "میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں....... میں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو سو یہی افعال میرے وجود کی علت غائی ہیں۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین کے نزدیک ہو گا بعد اس کے کہ بہت دور ہو گیا تھا سو میں انہی باتوں کا مجدد ہوں........۔"

(کتاب البریہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۲۹۱ تا ۲۹۴ حاشیہ)

خدا اور مخلوق کے درمیان تعلق کو دوبارہ قائم کرنے کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں ...... اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے........

(لیکچر لاہور۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۸۰)

حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کے ظہور سے وہ تمام مقاصد عالیہ پورے ہوئے۔ آپ نے ایمانی اخلاقی اور روحانی قوتوں کو قائم کیا۔ خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان رشتہ کو مضبوط کیا اور خالص توحید کی اشاعت کے لئے جدوجہد کی۔ اس طرح سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ جس عظیم الشان کام کا آغاز ۱۸۸۹ء میں ہوا تھا آج وہ اکناف عالم پر محیط ہو چکا ہے اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی طاقت سے ہو رہا ہے جو اپنے بندوں کا معین و مددگار ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ؎

ہے سرِ راہ پر مرے وہ خود کھڑا مولیٰ کریم
پس نہ بیٹھو میری رہ میں اے شریرانِ دیار

باغ میں ملت کے ہے کوئی گلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

اب اِسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

خدا کرے کہ تمام بنی نوع انسان خدا تعالیٰ کی سچی توحید کے پرستار بن کر امن و سکینت کے حصار میں آجائیں۔ آمین

امام الکلام

بعثت کا مقصد

"وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں۔ اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں۔ اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے انکی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں۔ اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہو گا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہو گا۔ جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک طرف تو خدا نے اپنے ہاتھ سے میری تربیت فرما کر اور مجھے اپنی وحی سے شرف بخش کر میرے دل کو یہ جوش بخشا ہے کہ میں اس قسم کی اصلاحوں کے لئے کھڑا ہو جاؤں۔ اور دوسری طرف اس نے دل بھی تیار کر دیئے ہیں جو میری باتوں کے ماننے کے لئے مستعد ہوں۔میں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے دنیا میں مامور کر کے بھیجا ہے اسی وقت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے .... میں امید کرتا ہوں کہ کچھ تھوڑے زمانہ کے بعد عنایت الٰہی ان میں سے بہتوں کو اپنے ایک خاص ہاتھ سے دھکہ دے کر سچی اور کامل توحید کے اس دارالامان میں داخل کر دیگی جس کے ساتھ کامل محبت اور کامل خوف اور کامل معرفت عطا کی جاتی ہے۔ یہ امید میری محض خیالی نہیں ہے بلکہ خدا کی پاک وحی سے یہ بشارت مجھے ملی ہے۔ اس ملک میں خدا کی حکمت نے یہ کام کیا ہے تا جلد تر متفرق قوموں کو ایک قوم بنا دے اور صلح اور آشتی کا دن لاوے۔ ہر ایک کو اس ہوا کی خوشبو آ رہی ہے کہ یہ تمام متفرق قومیں کسی دن ایک قوم بننے والی ہے۔"

(لیکچر لاہور روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۸۰-۱۸۱)

کلام الامام

"توحید الٰہی کو اپنے اخلاق میں جاری کریں"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ مورخہ ۲۹ اگست بمقام سپیٹ (ہالینڈ) دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:-

"...... آپ توحید پر زور دیں اور یہ زمانہ ہی توحید پر زور دینے کا ہے اور توحید الٰہی کو اپنے اخلاق میں جاری کریں تو پھر یہ کلام پُر اثر ہو گا۔ اگر اخلاق میں توحید نہ ہو، اگر دل بٹے ہوئے ہوں جماعتوں کے، اگر ان کے قول اور فعل میں ایک توحید کا رنگ نہ جما ہوا ہو، جو کہیں وہی کرتے بھی ہوں، اگر ایسا نہ ہو تو پھر توحید کا کلام اور توحید کی دعوت دینا ایک قسم کا ایک بے کار مشغلہ ہو جائے گا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ سب لوگ میرے گذشتہ خطبات میں چونکہ ہمیشہ اسی پر زور رہا ہے اس مضمون کو تو یقیناً سمجھ چکے ہوں گے اور اب اس مضمون کو اپنی ذات میں جاری کرنے کا وقت ہے۔

اور اس پہلو سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ ایسے ملفوظات یا تحریرات ہیں جن میں جماعت کو توبہ کی حقیقت اور خدائے واحد و یگانہ کی طرف لوٹنے کی حقیقت کا ایسے عارفانہ رنگ میں بیان ہے کہ انسان توحید کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے، خدا کے خوف کو سمجھنے کے لئے بیعت کے ذریعے اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کے لئے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان کلمات کا محتاج ہے۔ ان کلمات کے بغیر جو ایک عارف باللہ کا کلام ہے حقیقت میں ان مضامین کو ہم گہرائی میں نہیں سمجھ سکتے۔ نام میں تو سمجھتے ہیں مگر اس نام کے پیچھے کیا چیزیں پوشیدہ ہیں، کیا حکمتیں ہیں، ان باتوں کو سمجھنا حضرت اقدس مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اب میں براہ راست حضرت اقدسؑ کا کلام آپ کے سامنے رکھتا ہوں...... فرماتے ہیں: "دیکھو یاد رکھنے کا مقام ہے کہ بیعت کے چند الفاظ جو زبان سے کہتے ہو کہ میں گناہ سے پرہیز کروں گا یہی تمہارے لئے کافی نہیں ہیں اور نہ صرف ان کی تکرار سے خدا راضی ہوتا ہے" آپ چاہتے ہوں گے، اکثر احمدی چاہتے ہیں کہ ہمیشہ بیعت میں شامل ہو جائیں یہ تکرار ہے۔ فرماتے ہیں "نہ صرف ان کی تکرار سے خدا راضی ہوتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک تمہاری اس وقت قدر ہو گی جب کہ دلوں میں تبدیلی اور خدا تعالیٰ کا خوف ہو۔ ورنہ ادھر بیعت کی اور جب گھر میں گئے تو وہی برے خیالات اور حالات رہے تو اس سے کیا فائدہ؟ یقیناً مان لو کہ تمام گناہوں سے بچنے کے لئے بڑا ذریعہ خوف الٰہی ہے۔......"

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل لندن ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۷ء)

عربی منظوم کلام

مَاجِئْتُ مِنْ غَيْرِ الضَّرُوْرَةِ عَابِثًا قَدْ جِئْتُ مِثْلَ الْمُزْنِ فِي الرَّمْضَاءِ

میں بے ضرورت اور بے مقصد نہیں آیا بلکہ میں تپتی ہوئی زمین پر بارش برسانے والے بادل کی طرح آیا ہوں

عَيْنٌ جَرَتْ لِعِطَاشِ قَوْمٍ اُضْجِرُوْا اَوْ مَاءُ نَقْعٍ طَافِحٍ لِظِمَاءِ

پیاس کے مارے بے کل لوگوں کے لئے ایک چشمہ جاری ہو گیا اور پیاسوں کے لئے بہت سا صاف پانی جاری ہو گیا ہے

اِنِّيْ بِاَفْضَالِ الْمُهَيْمِنِ صَادِقٌ قَدْ جِئْتُ عِنْدَ ضُرُوْرَةٍ وَّ وَبَاءِ

بے شک میں خدائے نگہبان کے فضلوں سے صادق ہوں اور میں ضرورت اور وباء کے وقت آیا ہوں

ثُمَّ اللِّئَامُ يُكَذِّبُوْنَ بِخُبْثِهِمْ لَا يَقْبَلُوْنَ جَوَائِزِيْ وَ عَطَائِيْ

پھر بھی کمینے لوگ اپنے خبث کی وجہ سے جھٹلاتے ہیں اور میری بخشش و عطاء کو قبول نہیں کرتے

مَنْ حَارَبَ الصِّدِّيْقَ حَارَبَ رَبَّهٗ وَنَبِيَّهٗ وَ طَوَائِفَ الصُّلَحَاءِ

جو شخص صدیق سے لڑائی کرتا ہے وہ اپنے رب اور اس کے نبی اور صلحاء کے گروہوں سے جنگ کرتا ہے

وَاللّٰهِ لَا اَدْرِيْ وُجُوْهَ كَشَاحَةٍ مِنْ غَيْرِ اَنَّ الْبُخْلَ فَارَ كَمَاءِ

اللہ کی قسم! میں ان کی دشمنی کی وجوہ نہیں جانتا بجز اس کے کہ بخل نے ان میں پانی کی طرح جوش مارا ہے

رُبِّيْتُ مِنْ دَرِّ النَّبِيِّ وَعَيْنِهٖ اُعْطِيْتُ نُوْرًا مِّنْ سِرَاجِ حِرَاءِ

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ اور آپ کے چشمے سے پلا ہوں اور غار حرا کے آفتاب سے مجھے نور عطا کیا گیا ہے

(انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۷۶-۲۷۷)

فارسی منظوم کلام

آں خدا کایں عاجزے راچیدہ است رحمتش در کوئے ما باریدہ است

وہ خدا جس نے اس عاجز کو منتخب کیا ہے اس کی رحمت ہماری گلی میں برسی ہے

مردم و جاناں پس از مُردن رسید گم شدم آخر رُخے آمد پدید

جب میں مرگیا تو مرنے کے بعد میرا معشوق آگیا۔ جب میں فنا ہوگیا تو اس کا چہرہ مجھ پر ظاہر ہوگیا

من ندارم مایۂ کردار ہا عشق جوشید و ازو شد کارہا

میرے پاس اعمال کا ذخیرہ نہیں۔ بلکہ عشق کا جوش تھا جس سے یہ سب کام ہو گئے

بہرِ من شد نیستی طورِ خدا چوں خودی رفت آمد آں نورِ خدا

میرے لئے نیستی ہی خدا کا طور بن گئی۔ جب خودی جاتی رہی تو خدا کا نور آ گیا

رُوبرو کردم کہ رُو آں رُوئے اُوست ہر دل فرخندہ مائل سوئے اُوست

میں نے اسی کی طرف اپنا رخ پھیرلیا کیونکہ دیکھنے کے لائق وہی چہرہ ہے اور ہر مبارک دل اسی کی طرف مائل ہے

در دو عالم مثلِ اُو رُوئے کجاست جز سر کوئش دگر کوئے کجاست

دونو جہان میں اس کی طرح کا کوئی چہرہ کہاں ہے؟ اور اس کے کوچہ کے سوا اور کوئی کوچہ کہاں ہے؟

خلق و عالم جملہ در شور و شر اند عاشقانش در جہانِ دیگر اند

مخلوقات اور دنیا سب شور و شر میں مبتلا ہے مگر اس کے عاشق اور ہی عالم میں ہیں

(سراج منیر روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۹۹)

نوادرات حدیث

مکرم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم اے ایم لٹ (آکسن)

حضرت امام بخاری کو ایک لاکھ صحیح احادیث حفظ تھیں جس میں سے چار ہزار سے کچھ زائد احادیث انہوں نے اپنی صحیح میں روایت کی ہیں۔ صحیح حدیث وہ حدیث ہے جس میں درج ذیل پانچ شرطیں پائی جاتی ہوں۔

۱۔ اس کی سند یعنی راویوں کا وہ سلسلہ جس سے آئمہ (مثلاً بخاری وغیرہ) تک حدیث پہنچی ہے وہ مسلسل ہو۔ اور کوئی راوی اس سے گرا نہ ہو۔ اور ہر راوی نے اپنے سے اوپر کے راوی سے مل کر وہ حدیث سنی ہو اور آگے پہنچائی ہو۔

۲۔ اس سند کا ہر راوی عادل ہو یعنی صاحب عقل بالغ مسلمان ہو جو اسلامی شریعت پر عمل کرنے والا ہو فاسق نہ ہو اور اس پر اخلاقی طور پر کوئی نکتہ چینی نہ کی جا سکتی ہو۔

۳۔ اس کا ہر روای ضابط ہو یعنی جو حدیث بھی وہ سنائے وہ اپنی سند اور متن کے اعتبار سے یا تو اس کے ذہن میں پوری طرح محفوظ ہو یا اس کی کتاب میں پوری طرح محفوظ ہو۔ اور اس طرح محفوظ ہو جس میں شک و شبہ کی کوئی مجال نہ ہو ضبط کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ راوی جو حدیث روایت کرے وہ اس کے مضمون کو اچھی طرح سمجھ کر ذہن نشین کر چکا ہو یا اس کو اچھی طرح سمجھ کر کتاب میں نقل کر چکا ہو

۴۔ حدیث شاذ نہ ہو۔ شاذ حدیث (یا شذوذ) اس کو کہتے ہیں کہ کوئی ثقہ راوی اس حدیث کے بیان کرنے میں اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہو۔ یعنی ایک ثقہ راوی ایک حدیث بیان کرتا ہے اور اس سے زیادہ ثقہ راوی اس مضمون سے متعلق اس کے مخالف حدیث بیان کرتا ہے تو اول الذکر حدیث شاذ ہو جائے گی۔ یا یہ کہیں گے کہ اس حدیث میں شذوذ پایا جاتا ہے

۵۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ اس حدیث میں کوئی علت نہ پائی جاتی ہو۔ بظاہر ایک حدیث اپنی سند اور متن کے اعتبار سے درست معلوم ہوتی ہے لیکن اس میں کوئی مخفی نقص ہوتا ہے جس کو صرف اہل فن پکڑ سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس حدیث میں علت پائی جاتی ہے۔ مثلاً ایک حدیث ہے جس کی سند میں تمام راوی ثقہ ہیں۔ کچھ اس میں سے مدنی راوی ہیں کچھ کوفی راوی ہیں۔ اپنے ظاہر کے اعتبار سے اس میں تمام پہلی چار شرطیں بھی پائی جاتی ہیں۔ لیکن اہل فن جانتے ہیں کہ مدنی راوی جب کوفی راویوں سے روایت کرتے ہیں تو غلطی کر جاتے ہیں۔

(۱) تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَاءُ السَّلَامَ عَلٰی مَن عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ

(عبداللہ بن عمروؓ بخاری کتاب الایمان باب اطعام الطعام من الایمان)

(بہترین اسلام یہ ہے کہ) تو کھانا کھلائے اور ہر شخص کو خواہ تو اس کو جانتا ہے یا نہیں جانتا سلام کرے۔ یعنی دنیا سے بھوک کو مٹانا اور عملاً و قولاً امن اور سلامتی کا پیغام بن جانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

(۲) اَحَبُّ عِبَادَ اللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ اَحْسَنُ خُلْقًا

(اسامہ ابن شریک۔ جامع الصغیر)

اللہ کے بندوں میں سے اللہ کو سب سے پیارے وہ بندے ہوتے ہیں جو اخلاق میں سب سے بہتر ہوں۔

(۳) جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِی صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصِنِی! قَالَ عَلَیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ، فِانہٗ جِمَاعُ کُلِّ خَیْرٍ، عَلَیْکَ بِالْجِھَادِ، فِانَّہٗ رَھْبَانِیَۃُ الْمُسْلِمِیْنَ، عَلَیْکَ بِذِکْرِ اللّٰہِ وَتِلَاوَۃِ کِتَابِہٖ فَاِنَّہٗ نُوْرٌ لَکَ فِی الاَرْضِ وَذِکْرٌ لَکَ فِی السَّمَاءِ، وَاَخْزِنْ لِسَانَکَ اِلَّا مِنْ خَیْرٍ فِانکَ بِذَاکَ تَغْلِبُ الشَّیْطَانَ

(ابو سعید خدری مسند ابو یعلی موصلی جلد۱ حدیث ۹۹۶ صفحہ ۴۶۷)

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ تقویٰ کو پکڑے رکھ کیونکہ وہ ہر قسم کی خیر اپنے اندر رکھتا ہے۔ جہاد کر کیونکہ مسلمانوں کی رہبانیت جہاد ہے۔ اللہ کے ذکر میں اور کتاب اللہ کی تلاوت میں مشغول رہ کہ تیرے لئے وہ زمین میں نور اور آسمان میں تیرے لئے عزت کا موجب ہے۔ اور سوائے بھلائی کی بات کے ہر دوسری بات سے اپنی زبان کو روکے رکھ۔ کیونکہ ایسا کرنے سے تو شیطان پر غالب آئیگا۔

(۴) اُمَرَنِی خَلِیْلِیْ بِسَبْعٍ۔ اُمَرَنِیْ بِحُبِّ الْمَسَاکِیْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْھُمْ۔ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ ھُوَ دُوْنِیْ وَلَا انْظُر اِلٰی مَنْ ھُوَ فَوْقِیْ، وَامَرَنِیْ اَنْ اَصِلَ الرحِمَ وان اَدْبَرَتْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ لَّا اَسْئَلَ اَحَدًا شَیْئاً، وَ اَمَرَنِی اَنْ اَقُوْلَ بِالْحَقِّ وَاِنْ کَانَ مُراً وَاَمَرَنِی اَنْ لَّا اَخَافَ فِیْ اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ۔ وَاُمَرَنِیْ اَنْ اُکْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، فَاِنَّھُنَّ مِنْ کَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ۔

(ابو ذر غفاریؓ مسند احمد بن حنبل۔ صحیح ابن حبّان۔ مسند البزاز)

میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سات باتوں کی نصیحت فرمائی۔ آپؐ نے مجھے مسکینوں سے محبت سے پیش آنے اور ان کی قربت میں رہنے کا حکم دیا۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان لوگوں کی طرف دیکھوں جو مجھ سے نیچے ہیں اور ان کی طرف نہ دیکھوں جو مجھ سے اوپر ہیں۔ (یعنی میری نگاہ ان لوگوں کی طرف رہے جن پر خدا کے فضل مجھ سے کم ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کی طرف نہ رہے جن پر خدا کے فضل مجھ سے زیادہ ہوئے

ہیں۔) اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں صلہ رحمی کروں خواہ وہ (رشتہ دار مجھ سے) پیٹھ پھیر لیں (یعنی قطع تعلق کر لیں) اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں کسی سے کچھ نہ مانگوں (یعنی صرف اللہ سے مانگوں) اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں (ہمیشہ) سچی بات کہوں خواہ وہ کتنی ہی کڑوی کیوں نہ ہو۔ اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کے معاملہ میں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں۔ اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں کثرت سے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتا رہا کروں کیونکہ عرش کے نیچے (خدا کے خزانوں میں سے) یہ ایک خزانہ ہے یعنی اللہ سے توفیق پانے اور اس کے فضلوں اور رحمتوں کا وارث بننے کی یہ کنجی ہے۔

(۵) اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ کُلَّ جَعْظَرِیٍّ جَوَّاظٍ' سَخَّابٍ فِی الْاَسْوَاقِ' جِیْفَةٍ بِاللَّیْلِ' حِمَارٍ بِالنَّهَارِ' عَالِمٍ بِالدُّنْیَا' جَاهِلٍ بِاَمْرِ الْاٰخِرَةِ

(ابو ہریرۃ صحیح ابن حبّانؒ)

اللہ تعالیٰ ہر ایسے شخص سے نفرت کرتا ہے جس میں درج ذیل صفات جمع ہو گئی ہوں۔

وہ جعظری ہو۔ یعنی موٹا تازہ متکبر انسان جو اپنے نفس کے لئے تو سب کچھ جمع کرنا چاہتا ہے لیکن اپنے سے کسی کو فیض پہنچانے کے لئے تیار نہیں۔ جو جواظ ہے یعنی متکبر ہونے کے ساتھ ساتھ ترش کلام اور سخت دل ہے' نیز جو بازاروں میں گالی گلوچ کرتا لڑتا جھگڑتا پھرتا ہے۔ رات کو مردہ لاشے کی طرح ہوتا ہے۔ (یعنی رات کے اوقات عبادت الٰہی میں بسر نہیں کرتا) جبکہ دن کو گدھوں کی طرح زندگی گزارتا ہے۔ (یعنی خدا کو اور اس کے احکامات کو فراموش کر کے دنیا کے بوجھوں کے تلے زندگی بسر کرتا ہے) دنیا کے امور سے تو خوب واقف ہے لیکن اخروی زندگی سے بالکل بے خبر ہے۔ یعنی اس کو اپنی آخرت اور اپنی عاقبت کی کوئی فکر نہیں۔

(۶) کُنْ وَرِعًا تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ۔ کُنْ قَنِعًا تَکُنْ اَشْکَرَ النَّاسِ۔ وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَاتُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَکُنْ مومِنًا' وَاَحْسِنْ مُجَاوَرَةَ مَنْ جَاوَرَكَ تَکُنْ مُسْلِمًا۔

(ابو ہریرۃ الخرائطی فی مکارم الاخلاق)

خدا سے ڈر' تو تمام انسانوں سے بڑھ کر خدا کا عبد ہو جائے گا۔ قناعت اختیار کر' تو سب انسانوں سے بڑھ کر شکر کرنے والا ہو گا۔ لوگوں کے لئے وہی پسند کر جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ تو مومن ہو جائے گا۔ اپنے پڑوس کے معاملہ میں اپنی ہمسائیگی کو احسن کر دے۔ (یعنی جو ہمسائیگی کا حق ہے وہ ادا کر) تو مسلمان ہو جائے گا۔

آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند
لطف کردی کہ ازیں خاک مرا آں کردی

مسیح موعودؑ عشق رسولؐ کی پیداوار ہے

(رقم فرمودہ: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ....)

(نوٹ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد .... کے مضمون کا ایک حصہ ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ جو الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا تھا۔ ادارہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کی بعثت کے بعد سب سے بڑا اور سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ دور رس واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا واقعہ ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تکمیل ہدایت کا زمانہ تھا۔ اور مسیح موعود کا زمانہ جس نے آپ کی شاگردی اور غلامی میں ظاہر ہونا تھا۔ تکمیل اشاعت کا زمانہ ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کی بعثت کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔ کیف انتم اذانزل فیکم ابن مریم حکمًا عدلاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر "یعنی .... تمہارے لئے وہ زمانہ کیسا ہی مبارک ہو گا۔ جبکہ تم میں ابن مریم نازل ہو گا صلیب کے زور کے زمانہ میں ظاہر ہو کر صلیب کو توڑ دے گا اور اسی طرح دوسری غیر دینی ناپاکیوں کا قلع قمع کر دے گا۔" پھر فرماتے ہیں "کیف تھلك امتی انا اولھا والمسیح ابن مریم اٰخرھا" یعنی وہ امت کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے۔ جس کے شروع میں میں ہوں۔ اور اس کے آخر میں مسیح ابن مریم ہو گا۔ پھر ایک اور موقعہ پر فرماتے ہیں:۔ "مثل امتی کمثل المطر لایُدْریٰ اوله خیرٌ او اٰخرہٗ" "یعنی میری امت کا حال اس برسات کی طرح ہے۔ جس کے متعلق نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس کا ابتدائی دور زیادہ بہتر ہے یا کہ اس کا آخری دور زیادہ بہتر ہو گا۔

...... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ رتبہ کہ آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور ...... آخری دور کے لیڈر یعنی مسیح ابن مریم قرار پائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت اور لاثانی عشق کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ چنانچہ جو شعر اس مضمون کے عنوان کی زینت ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک فارسی نظم سے لیا گیا ہے۔ جس کے چند چیدہ اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں اور کس والہانہ جذبہ سے فرماتے ہیں کہ:۔

اے محبت عجب آثار نمایاں کر دی — زخم و مرہم برہ یار تو یکساں کردی
ذرہ را تو بیک جلوہ کنی چوں خورشید — اے بسا خاک کہ تو چوں مہ تاباں کردی
جان خود کس ندہد بہر کس از صدق و صفا — راست ایں است کہ ایں جنس تو ارزاں کردی
تا نہ دیوانہ شدم ہوش نیامد بسرم — اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احساں کردی
آن مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند — لطف کر دی' کہ ازیں خاک مراآں کردی

"یعنی اے محبت تیرے آثار و نشانات کتنے عجیب و غریب ہیں۔ تو نے محبوب کے رستہ میں زخم و مرہم (یعنی بیماری اور علاج) کو ایک جیسا بنا رکھا ہے۔ تو ایک ذرہ بے مقدار کو اپنے ایک جلوہ سے سورج بنا دیتی ہے۔ اور بسا اوقات تیری وجہ سے خاک کی ایک چٹکی میری طرح چمکتا ہوا چاند بن جاتی ہے۔ کوئی شخص کسی دوسرے کی خاطر اخلاص و وفا کے ساتھ اپنی جان نہیں دیتا۔ مگر حق یہ ہے کہ تو ہی وہ چیز ہے۔ جس نے اس نایاب جنس کو ارزاں کر دیا ہے۔ میں تو جب تک خدا اور اس کے رسول کے عشق میں دیوانہ نہیں ہونگا میرے سر میں ہوش نہیں آیا پس اپنے جنون عشق میں تیرے قربان جاؤں کہ تو نے مجھ پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔ وہ مسیح کہ جسے لوگ آسمان پر بیٹھا ہوا خیال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہی آسمان سے اترے گا۔ تو نے اے عشق و محبت اپنی کرشمہ سازی سے زمین میں سے ہی وہی بنا دیا"

ایک دوسرے مقام پر اپنے عشق و محبت کا اس طرح اظہار فرماتے ہیں:-

یا نبی اللہ! نثار روئے محبوب تو ام — وقف راہت کردہ ام ایں سر کہ بر دوش ست بار
تا بمن' نور رسول پاک را بنمودہ اند — عشق او در دل بر جوشد' چوں آب از آبشار
آتش عشق از دم من ہمچو برقے مے جہد — یک طرف اے ہمدمان خام از گرد و جوار
یا رسول اللہ بروئیت عہد دارم استوار — عشق تو دارم' ازاں روزے کہ بودم شیر خوار
یادکن وقتے کہ در کشفم نمودی شکل خویش — یادکن ہم وقت دیگر کامدی مشتاق دار
یادکن آں لطف و رحمت' کہ بامن داشتی — واں بشارت ہا کہ میدادی مرا از کردگار
یاد کن وقتے چو بنمودی بہ بیداری مرا — آں جمالے آں رخ آں صورتے رشک بہار

(یعنی عشق من فطرتی است)

"یعنی اے نبی اللہ تیرے پیارے چہرہ پر میں قربان جاؤں۔ میں نے تو تیرے رستہ میں اپنا سر وقف کر رکھا ہے ہاں وہی سر جو میرے کندھوں پر ایک بوجھ ہے جب سے مجھے رسول پاک کا نور و جمال دکھایا گیا ہے۔ آپ کا عشق میرے دل میں اس طرح جوش مار رہا ہے جس طرح ایک آبشار سے پانی ابلا کرتا ہے۔ عشق کی آگ میرے ہر

سانس سے بجلی کی طرح نکلتی ہے۔ پس اے خام طبیعت کے ساتھیو میرے پاس سے ایک طرف ہو جاؤ کہ کہیں یہ بجلی تمہیں بھسم نہ کردے کیونکہ تم اس کی برداشت کی طاقت نہیں رکھتے۔ اے رسول اللہ میں آپ کے مبارک چہرے کے ساتھ ازلی پیوند رکھتا ہوں میرے دل میں آپ کا عشق اس زمانہ سے ہے کہ میں ابھی ایک شیر خوار بچہ تھا۔ وہ وقت یاد کریں کہ جب آپ نے مجھے کشف میں اپنا مبارک چہرہ دکھایا تھا۔ اور وہ وقت بھی یاد کریں کہ جب آپ میری طرف عالم رؤیا میں مشتاقانہ رنگ میں بڑھے تھے۔ ہاں وہ وقت بھی یاد کریں کہ جب آپ نے مجھ پر لطف و رحمت کی بارش برسائی تھی۔ اور پھر وہ بشارتیں بھی یاد کریں کہ جو آپ نے خدا کی طرف سے مجھے دی تھیں۔ ہاں ہاں وہ وقت بھی یاد فرمائیں کہ جب آپ نے عین بیداری میں مجھے اپنا جلوہ دکھایا تھا۔ وہ بے نظیر حسن و جمال۔ وہ درخشندہ چہرہ اور وہ دلکش صورت جو دنیا کی تمام بہاروں کے لئے مقام رشک ہے۔"

ایک اور جگہ اپنی محبت کا یوں ذکر فرماتے ہیں:۔

سرے دارم فدائے خاک احمد — دلم ہر وقت قربان محمد
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم — نثار روئے تابان محمد
دریں رہ گر کشندم ور بسوزند — نتابم رو ز ایوان محمد
بدیگر دلبرے کارے ندارم — کہ ہستم کشتۂ آن محمد
تو جان ما منور کردی از عشق — فدایت جانم اے جان محمد

"یعنی میرا سر رسول پاکؐ کی خاک پر نثار ہے اور میرا دل ہر وقت محمدؐ پر قربان ہو رہا ہے۔ مجھے رسول اللہ کے پیارے گیسوؤں کی قسم ہے کہ میں محمدؐ کے نورانی چہرہ پر نثار ہو چکا ہوں۔ اگر آپ کے رستہ میں مجھے قتل کر دیا جائے بلکہ جلا کر خاک کر دیا جائے تو پھر بھی میں محمدؐ کی بارگاہ سے کبھی منہ نہیں پھیروں گا۔ مجھے کسی اور محبوب سے کچھ واسطہ نہیں۔ میں تو صرف محمدؐ کے حسن و جمال کا کشتہ ہوں۔ تو نے عشق و محبت کی وجہ سے مری جان کو منور کر دیا ہے سوائے محمد صلعم کی جان تجھ پر میری جان قربان ہو۔"

پھر اپنے ایک مشہور عربی قصیدہ میں فرماتے ہیں:۔

انظر الیّ برحمةٍ وّتحنّنٍ — یا سیّدی انا احقر الغلمانٖ
یا حبِّ اِنّك قدْدخلتَ محبّةً — فی مھجتی و مدارکی و جنانی
من ذکر و جھك یا حدیقة بھجتی — لمْ اَخلُ فی لحظٍ ولا فی آنٖ
جسمی یطیر الیك من شوقٍ علا — یا لیتَ کانتْ قوّة الطّیرانٖ

"یعنی اے میرے آقا مجھ پر رحمت اور شفقت کی نظر رکھنا۔ میں آپ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں۔ اے میرے

محبوب آپ کی محبت میرے خون دل میں اور میرے حواس میں اور میری روح میں رچ چکی ہے۔ اے میری خوشیوں کے باغیچے میں تیرے پیارے مونہہ کی یاد سے ایک لحظہ اور ایک آن بھی خالی نہیں رہتا۔ میرا جسم تک عشق و شوق کے غلبہ میں تیری طرف اڑنا چاہتا ہے۔ اے کاش مجھے پرواز کی طاقت ہوتی۔"

یہ اس بے پناہ اور عدیم المثال عشق و محبت کا نمونہ مشتے از خروارے ہے جو حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ کے قلب صافی میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجزن تھی بلکہ حق یہ ہے کہ یہ "مشتے از خروارے" بھی نہیں بلکہ دانہ از خروارے ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال اور تحریرات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت سے اس طرح معمور ہیں جس طرح ایک عمدہ اسفنج کا ٹکڑا پانی میں ڈبونے کے بعد پانی سے بھر جاتا ہے اور گویا پانی ہی پانی بن گیا ہے۔ پس لاریب جیسا کہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے آپ کا وجود باجود خالصتہ محبت رسولؐ کی مقدس پیداوار ہے۔ اور اس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں کہ:۔ ؎

"آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند لطف کردی کہ ازیں خاک مراآں کردی"

یعنی وہ مسیح جسے لوگ آسمان پر چڑھ کر بیٹھا ہوا خیال کرتے ہیں ۔ میرے عشق رسولؐ نے زمین سے مجھے وہی بنا دیا۔

پس اے میرے دوستو اور عزیزو اور پیارو! بے شک عمل بہت بڑا درجہ رکھتا ہے مگر محض خشک عمل جو محبت سے خالی ہے اور جس میں عشق خدا اور عشق رسولؐ اور عشق مسیح کی چاشنی مفقود ہے۔ وہ ایک بوسیدہ ٹہنی سے زیادہ نہیں۔ جو کسی وقت ٹوٹ کر گر سکتی ہے۔ پس اپنے دلوں میں محبت کی چنگاری پیدا کرو۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابی نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب آئیگی؟ آپ نے جواب دیا تم قیامت کے متعلق پوچھتے ہو۔ کیا تم نے اس کے لئے کوئی تیاری بھی کی ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز روزہ وغیرہ کی تو چنداں تیاری نہیں مگر میرے دل میں خدا اور اس کے رسول کی سچی محبت ہے۔ آپ نے فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ "یعنی پھر تسلی رکھو کہ انسان کو اپنی محبوب ہستیوں سے جدا نہیں کیا جائے گا۔ یہ حدیث بچپن سے لے کر میرے سامنے قطب ستارے کی طرح رہی ہے جس سے میں اپنے لئے رات کی تاریکیوں اور دن کی پریشانیوں میں رستہ پاتا رہا ہوں۔ اور جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر پڑھا جو عنوان میں درج ہے یعنی:۔

آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند
لطف کردی کہ ازیں خاک مراآں کردی

تو اس پر میں نے یوں محسوس کیا کہ یہ آواز تو میرے اپنے دل کی ہے۔

ذکر حبیب

از قلم: مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مؤرخ احمدیت

"ذکر حبیب" کے معنے ہیں۔ محبوب کی یاد۔ اور محبوب سے مراد ہیں حضرت مہدی معہود و مجدد الف آخر علیہ الصلوۃ والسلام جو حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند ہیں جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری امت مسلمہ کو یہ ہدایت فرمائی کہ جب وہ ظاہر ہوں تو خواہ تمہیں برف کے تودوں پر گھٹنوں کے بل بھی چل کر جانا پڑے تو ان کے پاس پہنچو اور ان کو میرا سلام پہنچاؤ! (ابن ماجہ و مسند احمد بن حنبل)

حضرت مہدی معہود علیہ الصلوۃ والسلام کے ذکر مبارک کی نسبت اس الہام میں خدا کا یہ وعدہ ہے کہ:۔

" ذِكْرُكَ دَائِمٌ " (تذکرہ صفحہ ۵۱۸ طبع سوم)

یعنی تیرا ذکر ہمیشہ رہے گا۔

نیز ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں پر شوکت پیشگوئی بھی ہے کہ:۔

"خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اٹھاؤں گا۔ اور اپنی طرف بلالوں گا پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اٹھے گا۔"

(تذکرہ صفحہ ۱۴۱ طبع سوم)

پس جب تک یہ زمین اور آسمان قائم ہیں حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر بھی جاری رہے گا۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا مبارک ذکر اپنے آقا و مطاع صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت کے لئے تھا۔ آپ خلق محمدی کے پرتو تھے آپ کی سیرت کا ہر ایک پہلو فنافی الرسولؐ ہونے کو ظاہر کرتا ہے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد صدیوں سے محفوظ ہے حضورؐ نے فرمایا کہ مہدی معہودؑ کے چہرہ کا نور میرے نور سے ہو گا۔ اور وہ خِلقت اور خُلق کے اعتبار سے سب انسانوں سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہو گا

حضرت امام باقر علیہ السلام کی روایت ہے کہ:۔

"مہدی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شبیہ ہوں گے۔"

(کتاب المہدی صفحہ ۳۰، ۹۳، ۹۶ از سید صدر الدین صدر۔ مطبوعہ تہران بحوالہ ینابیع المودۃ)

خود حضرت مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

روئے من از نور روئے او بتافت یافت از فیضش دل من ہرچہ یافت
محو روئے او شد است ایں روئے من بوئے او آید ز بام و کوئے من

یعنی میرا منہ اس کے منہ کے نور کی وجہ سے چمک اٹھا۔ میرے دل نے جو کچھ بھی پایا اسی کے فیض سے پایا۔ میرا چہرہ اس کے چہرہ میں محو اور گم ہو گیا اور میرے مکان اور کوچہ سے اسی کی خوشبو آ رہی ہے۔

چہرہ مبارک پر نور محمدیؐ کا جلوہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے بعض دلچسپ واقعات سے قبل ایک حیرت انگیز واقعہ درج ذیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدس مہدی معہود علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر نور محمدیؐ کا جلوہ پوری شان سے ظاہر ہوا اور یہ کہ آپ کے وجود مقدس سے واقعی اخلاق محمدیؐ کی شاندار تجلیات کا ظہور ہوا۔

برصغیر پاک و ہند کے مشہور غیر احمدی صاحب طرز ادیب جناب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب نے اپنے ایک مضمون میں جو کراچی کے رسالہ "عالمی ڈائجسٹ" شمارہ اکتوبر ۱۹۶۸ء میں شائع ہوا اپنا یہ چشم دید واقعہ لکھا:۔

"اب ایک ایسے شخص سے میرے ملنے کا حال سنئے جو اپنے فرقہ میں نبی سمجھا جاتا ہے اور دوسرے فرقے والے خدا جانے اسکو کیا کچھ نہیں کہتے۔ یہ کون ہے؟ جناب مرزا غلام احمد قادیانی بانی فرقہ احمدیہ۔ ان سے میرا رشتہ یہ کہ میری خالہ زاد بہن ان سے منسوب تھیں اس لئے جب کبھی دلی آتے تو مجھے ضرور بلا بھیجتے .... میرے ایک چچا تھے جن کا نام مرزا عنایت اللہ بیگ تھا۔ یہ بڑے فقیر دوست تھے۔ تمام ہندوستان کا سفر فقیروں سے ملنے کے لئے کیا۔ بڑی بڑی سخت ریاضتیں کیں۔ چنانچہ اس سے ان کی محنت کا اندازہ کر لیجئے۔ کہ تقریباً چالیس سال تک یہ رات کو نہیں سوئے۔ صبح کی نماز پڑھ کر دو ڈھائی گھنٹے کے لئے سو جاتے ورنہ سارا وقت یاد الٰہی میں گزارتے۔ ایک دن میں جو مرزا غلام احمد صاحب کے یہاں جانے لگا تو چچا صاحب قبلہ نے مجھ سے کہا۔ "بیٹا! میرا ایک کام ہے وہ کر دو اور وہ کام یہ ہے کہ جن صاحب سے تم ملنے جا رہے ہو ان کی آنکھوں کو دیکھو کہ کس رنگ کی ہیں؟" میں سمجھا بھی نہیں اس سے ان کا کیا مطلب ہے مگر جب مرزا صاحب کے پاس گیا تو بڑے غور سے ان کی آنکھوں کو دیکھتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں سبز رنگ کا پانی گردش کرتا معلوم ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں میں نے خود بھی ان کو ذرا غور سے دیکھا کیونکہ اس سے پہلے جو میں ان کے پاس جاتا تھا تو ہمیشہ نیچی آنکھیں کر کے بیٹھتا تھا اس دفعہ میں نے دیکھا

ان کا چہرہ بہت بارونق تھا۔ سر پر کوئی دو دو انگل کے بال ہیں۔ داڑھی خاصی نیچی ہے آنکھیں جھکی جھکی ہیں۔ بات کرتے ہیں تو بہت متانت سے کرتے ہیں ......بہرحال وہاں سے واپس آنے کے بعد میں چچا صاحب قبلہ سے تمام واقعات بیان کئے۔ (جس پر انہوں نے فرمایا)

"فرحت! دیکھو اس شخص کو برا کبھی نہ کہنا۔ فقیر ہے اور یہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں۔ میں نے کہا یہ آپ نے کیونکر جانا؟ فرمایا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں ہر وقت غرق رہتا ہے اس کی آنکھوں میں سبزی آجاتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ سبز رنگ کے پانی کی ایک لہر ان میں دوڑ رہی ہے میں نے اس وقت تو ان سے اس کی وجہ نہ پوچھی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ سب فقراء اور اہل طریقت اس پر متفق ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سبز ہے اسی کا عکس آپ کے زیادہ خیال کرنے سے آنکھوں میں جم جاتا ہے۔" ("عالمی ڈائجسٹ" کراچی اکتوبر ۱۹۶۸ء صفحہ ۷۳۔۷۴)

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

شفقت اور رحمدلی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کتب احادیث میں لکھا ہے کہ:۔ مدینہ کی لونڈیاں آپؐ کی خدمت میں عرض کرتیں۔ یا رسول اللہ! میرا یہ کام ہے۔ حضور فوراً اٹھ کھڑے ہوتے اور ان کا کام کر دیتے۔ مدینہ میں ایک پاگل عورت تھی وہ ایک دن حاضر ہوئی اور آپؐ کا مبارک ہاتھ پکڑ لیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے عورت مدینہ کی جس گلی میں تو چاہے بیٹھ میں تیرا کام کر دوں گا۔ چنانچہ حضورؐ اس کے ساتھ مدینہ کی ایک گلی میں تشریف لے گئے اور اس کی ضرورت پوری فرمائی۔ حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفی ایک صحابی تھے وہ فرماتے ہیں:۔

"وَلا یانفُ ان یمشی مع الارملة والمسکین فیقضی لهُ الحاجة" (نسائی و داری)

حضور کو بیوہ اور مسکین کے ساتھ چل کر ان کا کام کر دینے میں کوئی عار نہ تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام یہی حقیقت اپنے ایک فارسی شعر میں یوں بیان فرماتے ہیں:۔

خواجه و ہم عاجزاں را بندۂ
بادشاه و بیکساں را چاکرے

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ آقا ہیں مگر کمزوروں کی خدمت کرنے والے ہیں اور آپ بادشاہ ہیں مگر باوجود اس کے بیکسوں کے چاکر ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام جو اپنے تئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احقر الغلمان قرار دیتے ہیں

اور اسی کو اپنے لئے سب سے بڑا فخر اور اعزاز سمجھتے ہیں۔ رحمدلی اور شفقت کے اس خلق محمدیؐ کی نہایت دلکش تصویر تھے۔ چنانچہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب ...... کا بیان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ:-

"ایک مرتبہ میں باہر سیر کو جا رہا تھا۔ ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا وہ ذرا آگے اور میں پیچھے۔ راستہ میں ایک بڑھیا کوئی ستر یا پچھتر برس کی ضعیفہ ملی۔ اس نے ایک خط اسے پڑھنے کو کہا۔ مگر اس نے اس کو جھڑکیاں دے کر ہٹا دیا۔ میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ اس نے وہ خط مجھے دیا میں اس کو لے کر ٹھہر گیا اور اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا۔ اس پر پٹواری کو بہت شرمندہ ہونا پڑا کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔"

(ملفوظات جلد اول جدید ایڈیشن صفحہ ۵۰۳)

فیاضی اور سخاوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کوثر تھے۔ احادیث میں آپ کے جود و سخا اور رحم و کرم کے بے شمار واقعات موجود ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ دور تک آپ کی بکریوں کا ریوڑ پھیلا ہوا ہے اس نے آپ سے درخواست کی اور آپ نے سب کی سب دے دیں۔ اس نے اپنے قبیلہ میں جاکر کہا کہ اسلام قبول کر لو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے فیاض ہیں کہ مفلس ہو جانے کی پرواہ نہیں کرتے۔

(صحیح بخاری باب حسن الخلق والسخاء)

عام فیاضی کا یہ حال تھا کہ جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اگر آپ کے پاس کچھ سرمایہ موجود رہتا تو اس کو کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے ورنہ وعدہ فرماتے اس معمول کی بنا پر لوگ اس قدر دلیر ہو گئے تھے کہ ایک مرتبہ عین اقامت نماز کے وقت ایک بدو آیا اور آپؐ کا دامن پکڑ کر کہا کہ میری ایک معمولی سی حاجت باقی رہ گئی ہے خوف ہے کہ میں اس کو بھول نہ جاؤں۔ اس کو پورا کر دیجئے چنانچہ آپؐ اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور اس کی حاجت برآری کر کے نماز پڑھی۔" (الادب المفرد از حضرت امام بخاریؒ)

یہ آقا کے شمائل تھے اب آپؐ کے حقیقی خادم اور فرزند جلیل کے بعض واقعات ملاحظہ ہوں:-

(۱) "حضرت مفتی محمد صادق ...... فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں لاہور سے حضورؑ کی ملاقات کے لئے قادیان آیا۔ سردیوں کے دن تھے۔ میں نے حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ حضور مہربانی کر کے کوئی کپڑا عنایت فرمائیں۔ حضرت صاحبؑ نے ایک ہلکی سی رضائی اور ایک دھسا ارسال فرمایا اور ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ رضائی محمود کی ہے اور دھسا میرا آپ ان میں سے جو پسند کریں رکھ لیں۔ میں نے رضائی رکھ لی اور دھسا واپس بھیج دیا۔"

(ذکر حبیبؑ صفحہ ۳۲۰-۳۲۱)

(۲) محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ...... اہلیہ ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی...... نے بیان فرمایا کہ:-

"ایک دفعہ مجھے ماسٹر صاحب نے سنایا کہ سردی کا موسم تھا ڈاکیہ خط لایا اور کہنے لگا۔ حضورؑ مجھے سردی لگتی ہے آپ مجھے اپنا کوٹ دیں۔ تو حضور اسی وقت اندر تشریف لے گئے اور دو گرم کوٹ لے آئے۔ اور فرمایا جو پسند ہے لے لو۔ اس نے کہا مجھے دونوں ہی پسند ہیں۔ تو حضور نے دونوں ہی دے دئے۔" (شمائل احمد صفحہ ۵۹-۶۰)

صبرو استقامت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی صبرو استقامت کے واقعات سے لبریز ہے اور مکہ، طائف اور مدینہ کی سرزمین کا ذرہ ذرہ گواہی دے رہا ہے کہ حضورؐ کا وجود مقدس اپنے مخالفوں اور دشمنوں کے لئے بھی سرتا پا رحمت تھا۔ جنگ احد میں دشمنوں نے آپؐ پر پتھر پھینکے۔ تیر برسائے، تلواریں چلائیں۔ دندان مبارک کو شہید کیا۔ جبین اقدس کو خون آلود کیا۔ لیکن ان حملوں کا جواب آپؐ نے جس سپر پر روکا وہ صرف یہ دعا تھی:۔"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ"

(زرقانی جلد نمبر ۲ صفحہ ۴۹)

یعنی اے میرے اللہ! تو میری قوم کو معاف کردے کیونکہ یہ قصور جہالت اور لاعلمی میں ہوا ہے۔

اس بے مثال خلق محمدیؐ کا نمونہ اس زمانے میں چشم فلک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی خادم اور عظیم روحانی فرزند یعنی مہدی معہود علیہ السلام کی زندگی میں بھی دیکھا ہے۔ ۹ نومبر ۱۹۰۵ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا امرتسر میں (دین حق) کے زندہ مذہب ہونے اور اس کے انوار و برکات کے بارے میں لیکچر تھا۔ حضرت اقدسؑ نے (دین حق) کی خوبیوں کا ذکر کرنا چاہا تو مخالفین نے ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ بعض نے تالیاں بجائیں۔ سیٹیاں ماریں اور فحش گالیاں دینا شروع کیں۔ امرتسر کے معزز رؤسا نے کھڑے ہو کر بار بار ان کو سمجھایا مگر کسی نے ایک نہ سنی اور اس قدر شور برپا کیا کہ لیکچر بند کرنا پڑا۔ گاڑی میں سوار ہوئے تو ہر طرف سے پتھروں اور اینٹوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی عین سنگ باری کے دوران ایک آدمی نے زور سے السلام علیکم کہا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا "وعلیکم السلام"۔ اس نے کہا۔ میں نے وہ سلام پہنچایا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب مہدیؑ آئے تو اس کو میرا سلام پہنچانا۔ حضرت اقدسؑ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔ "الحمد للہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ پتھر بھی قوم نے برسائے اور السلام علیکم بھی پہنچ گیا۔"

(بدر ۱۵ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۴)

حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ! تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں میرٹھ سے حضور کے مخلص مرید حضرت شیخ عبدالرشید صاحب ...... حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرٹھ کے اخبار "شحنہ ہند" نے احمدیت کے خلاف جو مضمون لکھا تھا۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ عدالت میں اس کے خلاف چارہ جوئی کروں مگر حضرت اقدسؑ نے اس کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ:۔

"ہمارے لئے خدا کی عدالت کافی ہے۔" (ملفوظات جلد دوم جدید ایڈیشن صفحہ ۳۰۱)

ایک اور موقعہ پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا:۔

"ابھی بہت سے ایسے آدمی بھی ہیں جن کا ہماری جماعت میں شامل ہونا مقدر ہے وہ مخالفت کرتے ہیں پر فرشتے ان کو دیکھ کر ہنستے ہیں کہ تم بالآخر انہیں میں شامل ہو جاؤ گے۔ وہ ہماری مخفی جماعت ہے جو کہ ہمارے ساتھ ایک دن مل جائے گی۔"

(ذکر حبیب صفحہ ۳۱۲ از حضرت مفتی محمد صادق صاحب .....)

مقام توکل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی میں جو چیز سب سے نمایاں طور پر ہمارے سامنے آتی ہے وہ حضرت اقدسؑ کا مقام توکل ہے جس کی رفعتوں کا تصور بھی انسانی عقل اور فہم سے بالا ہے۔ ایک موقعہ پر فرمایا:۔

"خدا مجھے تنہا نہیں چھوڑیگا" مکہ میں ایک مصیبت زدہ مظلوم صحابیؓ سے ارشاد فرمایا کہ:۔ "خدا کی قسم! عنقریب وہ وقت آتا ہے جب یہ دین مرتبہ کمال کو پہنچ جائے گا اور خدا کے سوا کسی کا ڈر نہیں رہے گا۔"

(صحیح بخاری و ابن ہشام)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق سیدنا حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فرماتے ہیں:

بکار دیں نترسم از جہانے کہ دارم رنگِ ایمان محمدؐ

یعنی دین کے معاملہ میں میں سارے جہاں سے بھی نہیں ڈرتا کہ مجھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا رنگ ہے۔

نیز فرماتے ہیں:۔

بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے

اس زبردست حقیقت کے ثبوت میں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام توکل علی اللہ کے اعتبار سے بھی اپنے آقاؐ کے ظل کامل تھے بطور نمونہ صرف دو واقعات پیش کئے جاتے ہیں:۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب .... کپور تھلوی حضرت اقدس علیہ السلام کے اولین رفقاء .... اور قدیم عشاق میں سے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر خرچ نہ رہا۔ ان دنوں جلسہ سالانہ کے لئے چندہ ہو کر نہیں جاتا تھا۔ حضور ؑ اپنے پاس سے ہی صرف فرماتے تھے (حضرت) میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے آکر عرض کی کہ رات کو مہمانوں کے لئے کوئی سالن نہیں ہے آپ ؑ نے فرمایا کہ بیوی صاحبہ سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے فروخت کر کے سامان کر لیں۔ چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے میر صاحب روپیہ لے آئے اور مہمانوں کے لئے سامان بہم پہنچایا۔ دو دن کے بعد پھر میر صاحب نے رات کے وقت میری موجودگی میں کہا کہ کل کے لئے پھر کچھ نہیں۔ فرمایا کہ ہم نے برعایت ظاہری اسباب کے انتظام کر دیا تھا اب ہمیں ضرورت نہیں۔ جس کے مہمان ہیں وہ خود کرے گا۔

اگلے دن آٹھ یا نو بجے جب چٹھی رسان آیا تو حضرت اقدس ؑ نے میر صاحب کو اور مجھے بلایا چٹھی رساں کے ہاتھ میں دس پندرہ منی آرڈر ہوں گے جو مختلف جگہوں سے آئے ہوئے تھے۔ سو سو پچاس پچاس روپے کے اور ان پر لکھا تھا کہ ہم حاضری سے معذور ہیں مہمانوں کے صرف کے لئے یہ روپے بھیجے جاتے ہیں۔ آپ ؑ نے وصول فرما کر توکل پر تقریر فرمائی۔ اور بھی چند آدمی تھے جہاں آپ کی نشست تھی وہاں کا یہ ذکر ہے۔ فرمایا کہ جیسا ایک دنیادار کو اپنے صندوق میں رکھے ہوئے روپوں پر بھروسہ ہوتا ہے کہ جب چاہوں گا نکال لوں گا اس سے زیادہ ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ پر پورا توکل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پر یقین ہوتا ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ضرورت ہوتی ہے فوراً خدا تعالیٰ بھیج دیتا ہے"

(سیرت ظفر)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... نے حضرت اقدس ؑ کے توکل علی اللہ کے بارہ میں بیان فرمایا کہ:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جماعت احمدیہ کپور تھلہ .... کا وہاں کی (البیت) کے متعلق ایک مقدمہ ہو گیا۔ جس جج کے پاس یہ مقدمہ گیا وہ ...... مخالف تھا اس نے اس مقدمہ میں خلاف پہلو اختیار کرنا شروع کیا۔ اس حالت میں جماعت احمدیہ کپور تھلہ نے گھبرا کر حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) کو خطوط لکھے اور دعا کے لئے درخواست کی حضرت صاحب نے ان کو جواب لکھا کہ "اگر میں سچا ہوں تو (البیت) تم کو مل جائے گی۔"

(باقی صفحہ ۴۰ پر)

ابراہیم اٹھتا ہے آتش خانہ نمرود سے

درہم و برہم کبھی ہوتا ہے جب نظمِ جہاں
پھر نئے تعمیر ہوتے ہیں زمین و آسماں

زلزلے اس واسطے آتے ہیں موجودات میں
مضطرب ہے چشمۂ آبِ بقا ظلمات میں

عذر ہے غرقابیِ فرعون موسیٰؑ کے لئے
ابراہیمؑ اٹھتا ہے آتش خانۂ نمرود سے

ہوتا ہے پیدا جہاں میں صاحبِ لولاکؐ جب
مٹتے ہیں لاکھوں ابو جہل اور کروڑوں بو لہب

حاملِ بارِ امانت ہے تو پتلہ خاک کا
پر محافظ ہے خدا اپنے کلامِ پاک کا

جب نگاہوں سے ذرا چھپتے ہیں نورانی اصول
عرش سے ہوتا ہے پھر روح و ملائک کا نزول

ابر کے پردے میں جب آتا ہے خورشیدِ ہُدیٰ
بھولنے لگتا ہے جب انسان اپنا مدّعا

اپنے اک بندے کو کرتا ہے خدا مامور پھر
ایک ذرہ خاک کا بنتا ہے کوہِ طور پھر

دور میں لاتا ہے پھر وہ بادۂ عرفاں کا جام
دوڑتے ہیں اس کی جانب میکشان تشنہ کام

سانس سے اس کی پگھل جاتا ہے سنگِ آذری
سرمدی نغموں سے بھر جاتا ہے سازِ سامری

سلسلہ یہ ختم ہو سکتا نہیں اے بے خبر
آدمی نعمت یہ کھو سکتا نہیں اے بے خبر

ہوتے ہیں پیدا مسیحا دَم جہاں میں بار بار
تا کہ ہو سینوں میں بنیادِ ہدایت استوار

گو ثریّا پر بھی چڑھ جائے یہ اللہ کا کلام
پھر زمیں پر کھینچ لاتا ہے اک احمدؑ کا غلام

روشن دین تنویر

(مطبوعہ روزنامہ الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۵۹ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم خلق -- جود و سخا

ایڈیٹر

(سلسلہ کے لئے شمارہ جنوری ۱۹۹۹ء ملاحظہ فرمائیں)

○

حضرت اقدسؑ سائل کے اشارہ کو سمجھ جاتے اور اس کو مطلوبہ چیز عطا کر دیتے۔ حضرت مولانا عرفانی صاحب فرماتے ہیں۔

"......آپ سوال کی باریک در باریک صورتوں کو بھی خوب سمجھتے تھے اور ایسے موقعہ پر بھی اپنی عطا سے کام لیتے صاحبزادہ سراج الحق صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کے پاس ایک خوب صورت ٹوپی بھیجی جب یہ پارسل حضرت کی خدمت میں پہنچا تو اتفاق سے ایک ہندو صاحب بھی پاس موجود تھے آپ نے پارسل کو کھولا تو وہ ٹوپی نکلی۔ اس ہندو نے اس ٹوپی کی بہت تعریف کی آپ نے جب اس کے منہ سے ٹوپی کی تعریف سنی تو جھٹ وہ ٹوپی اسی کو دے دی۔" (۱)

○

آپ کبھی سائل کو رد نہ کرتے: عباد الرحمٰن، اصفیا و اتقیاء کبھی بھی مخلوق خدا کو صدقات سے محروم نہیں رکھتے نہ انہیں جھڑکتے ہیں نہ سائل کو رد کرتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک واقعہ حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی ...... یوں بیان فرماتے ہیں۔

"ایک دن ایسا ہوا کہ نماز عصر کے بعد آپ معمولاً اٹھے اور (البیت) کی کھڑکی میں اندر جانے کے لئے پاؤں رکھا اتنے میں ایک سائل نے آہستہ سے کہا کہ میں سوالی ہوں حضرت کو اس وقت ایک ضروری کام بھی تھا اور کچھ اس کی آواز دوسرے لوگوں کی آوازوں میں مل جل گئی تھی جو نماز کے بعد اٹھے اور عادتاً آپس میں کوئی نہ کوئی بات کرتے تھے غرض حضرت سرزدہ اندر چلے گئے اور التفات نہ کیا۔ مگر جب نیچے گئے وہی دھیمی آواز جو کان میں پڑی تھی اب اس نے اپنا نمایاں اثر آپ کے قلب پر کیا۔ جلد واپس تشریف لائے اور خلیفہ نورالدین صاحب کو آواز دی کہ ایک سائل تھا۔ اسے دیکھو کہاں ہے؟ وہ سائل آپ کے جانے کے بعد چلا گیا۔ خلیفہ صاحب نے ہرچند ڈھونڈا پتہ نہ ملا۔ شام کو حسب عادت نماز پڑھ کر بیٹھے وہی سائل آگیا۔ اور سوال کیا حضرت

نے بہت جلدی جیب سے کچھ نکال کر اس کے ہاتھ میں رکھ دیا اور اب ایسا معلوم ہوا کہ آپ ایسے خوش ہوئے ہیں کہ گویا کوئی بوجھ آپ کے اوپر سے اتر گیا ہے۔ چند روز کے بعد ایک تقریب سے ذکر کیا کہ اس دن جو وہ سائل نہ ملا میرے دل پر ایسا بوجھ تھا کہ مجھے سخت بے قرار کر رکھا تھا اور میں ڈرتا تھا کہ مجھ سے معصیت سرزد ہوئی ہے کہ میں نے سائل کی طرف دھیان نہیں کیا اور یوں جلدی اندر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ شام کو واپس آ گیا ورنہ خدا جانے میں کس اضطراب میں پڑا رہتا۔ اور میں نے دعا بھی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے واپس لائے۔"

حضرت مولانا عرفانی صاحب مندرجہ بالا واقعہ کا سیرت مسیح موعودؑ از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی....... کے حوالہ سے ذکر کر کے فرماتے ہیں۔

"سائل کو کچھ دے دینا یا رد نہ کرنا ایک ایسی بات ہے کہ بعض دوسرے لوگوں میں بھی پائی جا سکتی ہے۔ مگر یہ احساس کہ آپ سائل کے لئے اس قدر تلاش کریں اور اس کے نہ ملنے پر اس قدر اضطراب ہو کہ معصیت سمجھنے لگیں یہ ایسی بات ہے کہ جب تک قلب اعلیٰ درجہ کا مطہّر اور مزکّی نہ ہو اور خدا تعالیٰ کے اس ارشاد وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ کی حقیقی عظمت اس میں نہ ہونا ممکن ہے۔ الفاظ اس کے لئے مساعدت نہیں کرتے کہ فطرت کی اس علو ہمتی اور فیاضی کے اس بلند مقام کا نقشہ کھینچ سکیں۔

حضرت نے اس کی آواز کو جو بجائے خود دھیمی تھی اور دوسرے لوگوں کی آوازوں میں ملی ہوئی تھی پورے طور پر سنا بھی نہیں تھا اور وہ اگر اس پر توجہ نہ کرتے تو اخلاقی شریعت میں اس پر کوئی مواخذہ نہیں تھا مگر اس دھیمی آواز کا اتنا اثر کہ ضروری سے ضروری کام چھوڑ کر آتے ہیں اور ایک آدمی کو سائل کی تلاش پر مقرر کرتے ہیں۔ اور پھر یہاں تک ہی نہیں بلکہ اسکے لئے دعا کرتے ہیں کہ سائل مل جاوے۔" (۲)

○

کسی غیر ضرورت مند کے صدقہ و خیرات لے لینے پر حضرت اقدسؑ کسی خفگی کا اظہار نہ فرماتے بلکہ ہمیشہ حسن ظنی فرماتے البتہ ایسے شخص کی اصلاح کی کوشش فرماتے۔

"(حضرت اقدسؑ) ۱۸۸۹ء میں جو بیعت کا سال ہے لودہانہ میں موجود تھے۔ ایک موقعہ پر آپ کے پاس ایک سائل آیا اور اس نے ذکر کیا کہ میرا ایک عزیز فوت ہو گیا ہے میرے پاس کفن دفن کے لئے کچھ انتظام نہیں ہے اور اس نے کچھ سکے چاندی اور تانبے کے رکھے ہوئے تھے یہ دکھانے کے لئے کہ کسی قدر چندہ ہوا ہے۔ اور ابھی اور ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مکرمی حضرت قاضی خواجہ علی صاحب....... کو (جو

بڑے ہی مخلص اور حضرت کی راہ میں فدا شدہ بزرگ تھے) فرمایا کہ "قاضی صاحب ان کے ساتھ جا کر کفن کا سامان کر دو"۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس قسم کی عادت نہ تھی بلکہ عام طور پر جو مناسب سمجھتے دے دیتے۔ اس ارشاد پر خدام کو تعجب ہوا۔ قاضی صاحب نے بھی یہ نہیں پوچھا کہ کیا دے دوں بلکہ ساتھ ہی ہو گئے اور اسے کہا چلو بھائی میں چل کر تمام انتظام کرتا ہوں۔ وہ سائل قاضی صاحب کو لے کر رخصت ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد قاضی صاحب ہنستے ہوئے واپس آئے اور کہا کہ

"حضرت وہ تو بڑا دھوکہ باز تھا۔ راستہ میں جا کر اس نے میری منت و خوشامد شروع کی کہ خدا کے واسطے آپ نہ جاویں جو کچھ دینا ہو دے دو میں نے کہا کہ مجھے تو خود جانے کا حکم ہے جو کچھ تمہارے پاس ہے یہ مجھے دو جو کچھ خرچ آئے گا میں کروں گا۔ آخر اس نے جب دیکھا کہ میں نہیں ٹلتا تو اس نے ہاتھ جوڑ کر ندامت کے ساتھ کہا کہ نہ کوئی مرا ہے نہ کفن دفن کی ضرورت ہے یہ میرا پیشہ ہے اب میری پردہ دری نہ کرو تم واپس جاؤ اور مجھے چھوڑ دو میں اب یہ کام نہیں کروں گا"۔

جب قاضی صاحب نے یہ واقعہ بیان کیا تو طبعی طور پر اس کے سننے سے ہنسی بھی آئی مگر آپ کی فراست مومنانہ اور اخلاق کا بھی عجیب اثر ہوا۔ آپ نے حسن ظن کر کے اس کو جواب تو نہ دیا مگر ایسا طریق اختیار کیا جس سے اس کی اصلاح ہو گئی اور غیر محل پر آپ کو خرچ کرنے کی بھی ضرورت نہ پڑی۔" (۳)

○

مخفی عطا کا ایک عجیب واقعہ بھی نہایت ایمان افروز ہے کہ آپ صدقات کو سِرًّا کے طور پر دیا کرتے تا کہ خاطر دل کو ملحوظ رکھا جائے۔ حضرت مولانا عرفانی صاحب فرماتے ہیں:

"مخفی طور پر عطا کرنے میں آپ کا یہ بھی ایک طریق تھا کہ بعض اوقات ایسے طور پر دیتے تھے کہ خود لینے والے کو بھی بمشکل علم ہوتا تھا۔ اس سلسلہ میں میں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ منشی محمد نصیب صاحب...... ایک یتیم کی حیثیت سے قادیان آئے تھے اور حضرت اقدس کے رحم و کرم سے انہوں نے قادیان میں رہ کر تعلیم پائی۔ ان کے اخراجات اور ضروریات کا سارا بار سلسلہ پر تھا۔ جب وہ جوان ہو گئے اور انہوں نے شادی کر لی تو وہ لاہور کے ایک اخبار کے دفتر میں محرر ہوئے اور پھر دفتر بدر قادیان میں آ کر بارہ روپے ماہوار پر ملازم ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو جب اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا بیٹا نصیر احمد (اللھم اجعلہ لنا فرطًا) عطا فرمایا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مرحوم نصیر احمد صاحب کے لئے ایک انّا کی ضرورت پیش آئی میں نے شیخ محمد نصیب صاحب کو تحریک کی کہ ایسے موقعہ پر تم اپنی بیوی کی خدمات پیش کر دو۔ ہم خرما و ہم ثواب کا موقعہ

ہے۔ میرے مشورہ کو شیخ صاحب نے قدر و عزت کی نظر سے دیکھا اور ان کو یہ موقعہ مل گیا۔ اور ان کی بیوی صاحبزادہ نصیر احمد صاحب کو دودھ پلانے پر مامور ہوگئیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے باتوں ہی باتوں میں دریافت فرمایا کہ شیخ محمد نصیب صاحب کو کیا تنخواہ ملتی ہے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ صرف بارہ روپے ملتے ہیں تو آپ نے محسوس فرمایا کہ اس قدر قلیل تنخواہ میں شاید گزارہ نہ ہوتا ہو۔ اگرچہ وہ ارزانی کے ایام تھے لیکن حضرت اقدس کو یہ احساس ہوا اور آپ نے ایک روز گزرتے ہوئے ان کے کمرے میں بیس پچیس روپے کی پوٹلی پھینک دی۔ شیخ صاحب کو خیال گزرا کہ معلوم نہیں یہ روپیہ کیسا ہے۔ آخر یہ معلوم ہوا کہ حضرت اقدس نے ان کی تنگی کا احساس کر کے رکھ دیا ہے تاکہ تکلیف نہ ہو اور آرام سے گزارہ کرلیں۔ چنانچہ انہوں نے اس روپیہ کو زیور بنانے میں خرچ کیا کیونکہ اس وقت ان کے کھانے پینے کی ضروریات حضرت کے وسیع دسترخوان سے پوری ہو جاتی تھیں۔" (۴)

○

ضرورت کا احساس کرتے ہوئے سوال کی نوبت نہ آنے دینا اور حاجت مند کی ضرورت پورا کرنے کا ایک واقعہ اس طرح ہے۔

"جہاں آپ کی عادت میں یہ تھا کہ آپ سائل کو کبھی ردّ نہ کرتے تھے یہ امر بھی آپ کے معمولات میں تھا کہ بعض لوگوں کی ضرورتوں کا احساس کر کے قبل اس کے وہ کوئی سوال کریں ان کی مدد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کی صبح کو قبل نماز فجر آپ نے کچھ روپیہ جس کی تعداد آٹھ یا دس ہوگی ایک مخلص مہاجر کو یہ کہہ کر دئے کہ "موسم سرما ہے آپ کو کپڑوں کی ضرورت ہوگی" اس مہاجر کی طرف سے کوئی سوال نہ تھا خود .... (حضرت بانی سلسلہ احمدیہ۔ ناقل) نے اس کی ضرورت محسوس کر کے یہ رقم عطا کی۔
یہ ایک واقعہ نہیں متعدد مرتبہ ایسا ہوتا اور مخفی طور پر آپ عموماً حاجت مند لوگوں سے سلوک کرتے رہتے اور اس میں کسی دوست دشمن ہندو یا مسلمان کا امتیاز نہ تھا۔" (۵)

○

حضرت اقدسؑ کا گوشۂ خلوت میں بھی ضرورت مندوں کے ساتھ احسان و مروّت کا ایسا ہی سلوک تھا۔ حضرت عرفانی صاحب فرماتے ہیں:۔

"میاں غفارا (عبدالغفار) کشمیری جس کا ذکر میں نے حیاتِ احمدؑ کے دوسرے حصہ میں کیا ہے حضرت مسیح موعود کے احسان و مروت کے تذکرے کیا کرتا تھا اور ان میں اپنا یہ واقعہ بھی بیان کیا کرتا تھا۔ کہ جب اس کی

شادی ہوئی تو آپ نے دو قیمتی زیور اس کی مدد کے لئے دے دیئے۔ یہ آپ کی بعثت کے زمانہ سے پہلے کی بات ہے جبکہ آپ ایک گوشہ نشین کی صورت میں زندگی بسر کرتے تھے۔" (۶)

○

حضرت مولانا عرفانی صاحب نے ایک واقعہ شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی کے متعلق تحریر فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی میرے بتیس سال کے مخلص دوست اور بھائی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خادم ہیں۔ شروع ہی سے ان کی طبیعت صوفیانہ واقع ہوئی ہے۔ اور صلحاء کی صحبت کا شوق دامنگیر رہا۔ مدرسہ تعلیم الاسلام میں شروع سے آج تک مدرس ہیں۔ اوائل میں وہی مہمانوں کو کھانا وغیرہ کھلایا کرتے تھے۔ گویا انہیں ناظر ضیافت کہنا چاہیئے۔ وہ جب سے یہاں آئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام خاص طور پر ان کا خیال رکھتے۔ اور ان کی ضروریات کا آپ تکفل فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت نانا جان مرحوم شیخ صاحب سے ناراض ہوئے۔ اور بے حد ناراض ہوئے۔ انہوں نے ان کے قرضہ وغیرہ کی فہرست تیار کی۔ ان میں حلوائیوں کا قرضہ بھی تھا۔ مگر انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ وہ ادا ہو چکا ہے۔ معاملہ حضرت تک پہنچا۔ کہ انہوں نے حلوائیوں سے اس قدر قرضہ برداشت کیا ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سن کر ہنسے اور فرمایا کہ مجھے یہ معلوم ہے۔ اور وہ قرضہ ادا ہو چکا ہوا ہے۔ بلکہ ہر ہفتہ بے باق ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شیخ صاحب کے ہفتہ وار یا جب وہ چاہیں اخراجات ادا کر دیتے تھے۔ اور شیخ صاحب نہایت بے تکلفی سے جیسے بیٹا باپ سے جا کر کہتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ بے تکلفی سے عرض کر دیتے۔ کہ اس قدر خرچ ہو گیا ہے۔ اور حضرت فوراً ادا فرما دیتے۔ اس قسم کی شاہانہ اور مربیانہ فیاضیاں آپ کی ہوتی تھیں۔" (۷)

حضرت اقدس علیہ السلام کی جود وسخا کے یہ چند واقعات آپ کے خلق کریمانہ سے بیان کئے گئے ہیں جبکہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اس اعلیٰ خلق سے سجا ہوا نظر آتا ہے۔

حوالہ جات

(۱) سیرت حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم مصنفہ حضرت مولانا شیخ یعقوب علی عرفانی......... صفحہ ۳۰۰-۳۰۱

(۲) " " " " " " " " " " " " صفحہ ۲۹۵-۲۹۷

(۳) " " " " " " " " " " " " صفحہ ۲۹۷-۲۹۸

(۴) " " " " " " " " " " " " صفحہ ۳۰۵-۳۰۶

(۵،۶) " " " " " " " " " " " " صفحہ ۲۹۸تا ۳۰۰

(۷) " " " " " " " " جلد سوم " " " " صفحہ ۳۲۱-۳۲۲

حضرت اقدسؑ کی ماموریت کے اٹھارھویں اور قیام سلسلہ احمدیہ کے گیارھویں

سال ۱۸۹۹ء کے اہم واقعات و نشانات

از مکرم حبیب الرحمٰن صاحب زیروی ایم اے

(سلسلہ کے لئے شمارہ جنوری ۱۹۹۹ء ملاحظہ فرمائیں)

اس سال میں جن نشانات کا ظہور ہوا اور جو غیر معمولی ترقیات ہوئیں انہیں ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

نشانات اور پیشگوئیاں اخبار الحکم میں "۱۸۹۹ء پر ایک نظر" کے تحت لکھا ہے:۔

"اس سال میں تین اور زبردست پیشگوئیاں بھی پوری ہوئیں۔ ان میں سے ایک جناب صاحبزادہ مبارک احمد صاحب سلمہ ربہ کی ولادت باسعادت کے متعلق تھی۔ جس کا ذکر انجام آتھم وغیرہ مختلف کتابوں میں ہے کہ عبدالحق نہیں مرے گا جب تک چوتھا لڑکا نہ دیکھ لے چنانچہ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب عبدالحق کی زندگی میں پیدا ہوئے (ایک) پیشگوئی حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب سلمہ ربہ کے گھر میں فرزند رشید پیدا ہونے سے پوری ہوئی جیسا کہ انوار الاسلام میں حضرت اقدس نے صفحہ ۲۶ حاشیہ میں اس پیشگوئی کو لکھا ہے یہ مولود مسعود اس بشارت کے موافق اپنا حلیہ رکھتا ہے اس کا نام حضرت اقدس نے عبدالحی رکھا ہے (ایک اور) پیشگوئی وہ عظیم الشان ہے جو حسین کامی وائس کونسل کراچی کے تغلب زرچندہ مظلومان کریٹ سے پوری ہوئی۔ جس کا مفصل اشتہار شائع ہو چکا ہے غرض یہ...... عظیم الشان پیشگوئیاں اسی سال ۱۸۹۹ء میں پوری ہوئیں۔" (۱)

صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کی ولادت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام بسلسلہ پیشگوئی مصلح موعود یہ بھی تھا کہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا" اس الہام الٰہی میں یہ خبر دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نکاح ثانی سے آپ کو چار فرزند عطا فرمائے گا اور چوتھے کا نام مبارک ہو گا۔ حضرت اقدسؑ کو یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اس فرزند کا عقیقہ سوموار کو ہو گا۔ اس بشارت کے مطابق ۱۴ جون ۱۸۹۹ء صاحبزادہ مبارک احمد صاحب پیدا ہوئے آپ کی ولادت سے قبل الہام ہوا "اِنّی اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ وَ اُصِیْبُہٗ" اس الہام کے متعلق حضرت اقدسؑ نے اجتہاد یہ کیا کہ یہ لڑکا نیک ہو گا اور رو بخدا ہو گا یا جلد فوت ہو جائے گا" (۲)

عقیقہ کے متعلق تاریخ احمدیت میں لکھا ہے:۔

"صاحبزادہ صاحب کے عقیقہ کا دن ۲۵ جون ۱۸۹۹ء بروز اتوار مقرر کیا گیا تھا۔ حضور نے اس کا اہتمام منشی نبی بخش صاحب بٹالوی کے سپرد فرمایا۔ حضرت اقدسؑ کی طرف سے بڑی تاکید تھی اور یقین تھا کہ سب سامان ہو جائے گا۔ مگر اتوار کے مقررہ دن کو صبح صادق سے پہلے ہی بارش شروع ہو گئی۔ صبح کی نماز معمول سے سویرے پڑھی گئی اور دوست

تاریکی اور ٹھنڈی ہوا کی وجہ سے سو گئے اور انتظام دھرے کا دھرا رہ گیا۔ حضرت اقدس بھی سو گئے اور منشی صاحب بھی۔ دن خوب چڑھ گیا تو حضرت اقدس بیدار ہوئے تو دریافت فرمایا کہ عقیقہ کا کوئی سامان نظر نہیں آتا۔ حضور کو فکر ہوئی کہ مہمانوں کو ناحق تکلیف ہوئی ادھر منشی صاحب بڑے اضطراب اور ندامت کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معذرت کی۔ فرمایا "اچھا فُعِلَ مَا قُدِّرَ" جو مقدر تھا وہی ہوا۔ مگر منشی صاحب کو صبرو قرار کہاں۔ وہ بار بار حضور کے پاس معذرت کے لئے دوڑ کے گئے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر حضور کو اس وقت اپنی ایک رؤیا یاد آگئی جو حضور نے چودہ سال ہوئے دیکھی تھی جس کا مضمون یہ تھا کہ "ایک چوتھا بیٹا ہوگا اور اس کا عقیقہ سوموار کو ہوگا"۔ خدا تعالیٰ کی بات کے پورا ہونے اور اللہ تعالیٰ کے اس عجیب تصرف سے حضرت اقدسؑ کو جو خوشی ہوئی اس نے ساری کوفت دور کر دی۔ چنانچہ دوسرے دن سوموار کو جب سب خدام صحن اندرون خانہ میں بیٹھے تھے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کا سر مونڈا جا رہا تھا تو حضرت اقدسؑ نے بڑے جوش اور خوشی سے یہ رؤیا سنائی۔" (۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا فوٹو

۱۸۹۹ء وہ سال ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دینی اغراض کی خاطر اپنا پہلا فوٹو اتروایا اس بارہ میں الحکم ۱۰ اگست ۱۸۹۹ء میں اعلان بھی ہے تاریخ احمدیت میں اس کی تفصیل یوں ہے:۔

"میاں معراج دین صاحب عمر (انار کلی) لاہور سے ایک فوٹوگرافر لائے جس نے حضورؑ کے تین فوٹو کھینچے۔ دو رفقاءؓ کے گروپ میں اور ایک پورے قد کا علیحدہ۔ دوسرے گروپ میں معمولی تبدیلی کے ساتھ پہلے گروپ کے بزرگ رفقاءؓ ہی بیٹھے ہوئے تھے حضرت اقدس کی عادت غضِ بصر کی تھی۔ فوٹوگرافر بار بار عرض کرتا تھا کہ حضور آنکھیں ذرا کھول کر رکھیں ورنہ فوٹو اچھی نہیں آئے گی۔ اس کے اصرار پر حضور نے ایک مرتبہ تکلیف کے ساتھ آنکھوں کو کچھ زیادہ کھولا مگر وہ پھر نیم بند سی ہو گئیں۔ فوٹوگرافر نے حضور سے لباس اور نشست کے متعلق بھی معروضات کیں مگر حضور نے انتہائی سادگی اور بے تکلفی سے فوٹو کھچوایا اور یہی رنگ تصویر میں بھی جلوہ گر رہا۔

بعد ازاں میاں معراج دین صاحب عمر نے ان فوٹوؤں کی طباعت کا انتظام کر کے ۱۰ اگست ۱۸۹۹ء کو بذریعہ الحکم ان کی اشاعت کا باقاعدہ اعلان شائع کر دیا۔ یہ فوٹو جو زمانہ ماموریت کا پہلا پورے قد کا فوٹو ہے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی کتاب "ذکر حبیبؓ" میں بھی شائع شدہ ہے۔" (۴)

مقدمہ گوڑ گانواں

اس مقدمہ کی تفصیل میں حضرت مفتی محمد صادق...... فرماتے ہیں:۔

"۱۸۹۹ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے عیسائیوں کو چیلنج کرتے ہوئے ایک ہزار روپیہ انعام کا ایک اشتہار دیا تھا۔ اس کے مقابل میں کوئی عیسائی تو نہ آیا لیکن ایک مسلمان نے جس کا نام اصغر حسین تھا۔ گوڑ گانواں میں لالہ جوتی پرشاد مجسٹریٹ کی عدالت میں نالش کی کہ میں مرزا صاحب کے اس چیلنج کو قبول کرتا ہوں۔ کیونکہ میں بھی حضرت عیسیٰؑ کو مانتا ہوں۔ اس

واسطے میں بھی عیسائی ہی ہوں۔ اور مجھے مرزا غلام احمد قادیانی سے ان کا مشتہرہ ایک ہزار روپیہ دلایا جائے اس مقدمہ کا سمن جب قادیان پہنچا۔ تو یہاں سے مرزا فضل بیگ صاحب مرحوم مختار اور مولوی محمد علی صاحب کو اس مقدمہ کی پیروی کیواسطے بھیجا گیا۔ اور غالباً حکیم فضل دین صاحب مرحوم بھی ان کیساتھ بھیجے گئے تھے۔ مجسٹریٹ نے معمولی کارروائی کے ساتھ اصغر حسین کے دعویٰ کو خارج کر دیا۔ اور زبانی کہا کہ دراصل یہ مقدمہ تو سماعت کے قابل نہ تھا۔ مگر ہم نے اس خیال سے رکھ لیا تھا۔ کہ اس بہانہ سے حضرت مرزا صاحب کی زیارت ہو جائے گی۔ مگر وہ تو تشریف نہیں لائے۔ اس واسطے ہم اس کو یہاں ہی بند کرتے ہیں:۔

جب یہ سمن آیا تو اتفاق سے میں حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور بھی بہت سے لوگ گول کمرہ میں جمع تھے۔ میں نے ہی حضرت صاحبؑ کی خدمت میں پڑھ کر سنایا۔ مجسٹریٹ کے نام کو میں نے جیم کی پیش کیساتھ جُوتی پرشاد کر کے پڑھا۔ کیونکہ یہ نام پنجاب میں نہیں ہوتا۔ اور میرے لئے ایک نیا لفظ تھا۔ اسپر تمام حاضرین بے اختیار ہنس پڑے۔ اور کسی صاحب نے بتلایا کہ صحیح نام اس طرح سے ہے" (۵)

تصنیفات و تالیفات اور اشتہارات

تصنیفات و تالیفات کا صیغہ بھی ترقی پر رہا۔ اردو زبان میں ایام الصلح۔ حقیقت المہدی۔ ستارہ قیصرہ شائع ہوئیں۔ اور فریاد درد کی تالیف شروع ہوئی نجم الہدیٰ کا بہت بڑا حصہ چھپ گیا۔ ایسا ہی کتاب تریاق القلوب جو ایک زبردست کتاب اور عظیم الشان نشانوں کا مجموعہ ہے چھپنی شروع ہوئی۔

عربی فارسی زبان میں ترغیب المومنین اور نجم الہدیٰ لکھی گئی اور ایک بڑا حصہ طبع ہو گیا۔

انگریزی میں فریاد درد اور ستارہ قیصرہ ترجمہ ہو کر شائع ہوئیں۔ ان سب کتابوں کے علاوہ ایک زبردست کتاب جو گویا کسر صلیب کے لئے آخری حربہ ہے طبع ہونی شروع ہوئی جس کا نام مسیح ہندوستان میں ہے اس کتاب میں زبردست دلائل عقلی و نقلی سے واقعات صحیحہ کی بنا پر ثابت کیا گیا ہے کہ مسیحؑ ہندوستان میں آکر یعنی کشمیر میں فوت ہوا ہے چونکہ اس کتاب کے متعلق کئی سفر کرنے ضروری تھے اس لئے سردست اس کا طبع ہونا ملتوی رہا۔

یہ تو ان تصانیف کا ذکر ہے جو حضرت اقدسؑ نے شائع کیں۔ سب سے بڑھ کر اور ضروری وہ لیکچر ہے جو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے اس مضمون پر سیالکوٹ میں دیا کہ حضرت اقدسؑ نے آکر کیا کیا۔ اور بھی چھوٹے چھوٹے رسالے وغیرہ شائع ہوتے رہے اس سال میں گذشتہ سال کی طرح اشتہارات بھی کثرت سے شائع ہوتے رہے چنانچہ کم از کم پانچ ہزار اشتہار حضرت نے شائع کئے۔ اس سال میں حضرت اقدسؑ کی تائید میں اشتہارات کا سلسلہ بھی شروع ہوا چنانچہ ان دوستوں نے بذریعہ اشتہارات اپنے رؤیا اور کشوف اور الہامات کو شائع کیا جنہوں نے حضرت اقدسؑ کے سلسلہ میں شامل ہو کر یہ فیض حاصل کیا ہے۔ ان میں سے سید امیر علی شاہ صاحب سیالکوٹی۔ میاں

محمد علی صاحب صوفی لاہوری صاحبزادہ سراج الحق صاحب سجادہ نشین چار قطب ہانسی سرسادی حال قادیانی اور منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی حافظ نور محمد صاحب فیض اللہ چک کے اشتہارات شائع ہو چکے ہیں۔" (۶)

خط و کتابت

۱۸۹۹ء کی خط و کتابت بھی سلسلہ احمدیہ کی ترقی کو ظاہر کرتی ہے۔ چنانچہ الحکم لکھتا ہے "خط و کتابت کا سلسلہ بھی بہت بڑا سلسلہ ہے۔ چنانچہ اس سال میں اس سلسلہ میں بھی وسعت کے ساتھ ترقی ہوئی ہے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی خطوں کے جواب لکھنے کا کام سال بھر کرتے رہے مگر آخر خطوط کی زیادتی نے بارشاد حضرت اقدس صاحبزادہ سراج الحق صاحب کو اس کام میں ان کا ہاتھ بٹانے کی ضرورت محسوس کرائی۔ چنانچہ اب دونوں صاحب اس خدمت کو سرانجام دیتے ہیں جزاھما اللہ احسن الجزاء۔

اس امر کا اظہار بھی اس مدّ میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب سلّمہٗ ربہٗ کے نام جو خطوط آتے ہیں ان کا ایک بڑا حصہ حضرت اقدسؑ کے متعلق سوالات کا ہوتا ہے جیسا کہ اخبار الحکم میں بعض خطوط کے اندراج سے پایا جاتا ہے۔ اس لئے وہ سب خطوط اسی مدّ میں داخل ہیں ان خطوں کا تخمینہ جو حضرت اقدسؑ کے نام سے سال بھر میں آئے پانچ ہزار ہیں اور ان خطوط کی تعداد کا تخمینہ جو مولانا مولوی نورالدین صاحب کے نام آئے قریباً تین ہزار ہے۔ پس اس سال میں کوئی آٹھ ہزار سے زیادہ خط لکھا گیا ہے جس کے ذریعہ سے اس مبارک مشن کی دعوت قوموں میں پھیلی ہے۔" (۷)

مہمانوں کی آمد

۱۸۹۹ء میں بکثرت مہمان آئے۔ چنانچہ الحکم میں ہے۔

"یہ سلسلہ بھی اس سال ترقی پر رہا ۳۰ سے لے کر ۵۰ تک مہمانوں کی روزانہ اوسط رہی ہے گو بعض دنوں میں سو سو اور دو دو سو تک بھی اور اس سے زیادہ بھی نوبت پہونچی ہے۔ تاہم سال بھر میں قریباً اٹھارہ ہزار آدمی وقتاً فوقتاً دارالامان میں آکر حضرت امام الوقت سلّمہٗ ربہٗ کے منہ سے پاک باتیں سنتے رہے اور پاک تاثیریں لے کر جاتے رہے۔" (۸)

بیعتیں

۱۸۹۹ء میں بکثرت احباب نے احمدیت قبول کی چنانچہ الحکم میں ہے

"اس سال میں بیعت کرنے والوں کی تعداد (.......) بہ نسبت زیادہ رہی ہے بذریعہ خطوط اور خود حاضر ہو کر بیعت کرنے والے اصحاب کی تعداد کسی صورت میں تین ہزار سے کم نہیں ہے" (۹)

مؤرخ احمدیت نے ۱۸۹۹ء کے بعض مشہور رفقاء کے درج ذیل نام لکھے ہیں:۔

"سیٹھ شیخ حسن صاحب حیدر آبادی۔ چوہدری فتح محمد صاحب سیال۔ ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب پٹیالوی" (۱۰)

الحکم جلد ۳ میں ۱۰۔ ۲۴۔ ۳۰ نومبر اور ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں جو بیعتیں شائع ہوئی ہیں ان کی تعداد ۱۱۲ ہے۔ جن میں معروف احباب حافظ غلام رسول صاحب تاجر وزیر آباد گجرات۔ حافظ روشن علی صاحب گجرات مولوی کریم بخش صاحب محدث بنگہ ضلع ہوشیار پور۔ حافظ فضل حسین شاہ پور جہان پور۔ محمد عالم ممباسہ افریقہ اور ڈاکٹر کرم الٰہی لاہور ہیں۔ (۱۱)

تعمیرات ۱۸۹۹ء حضرت اقدسؑ کے الہامات وَسِّعْ مکانک اور یَاتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کے پیش نظر سال بھر میں تعمیر مکانات کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے دو کمروں کے علاوہ سات جدید مکان تعمیر کئے گئے۔ (۱۲)

تحریک مکان صاحبزادہ سراج الحق نعمانی

اسی سال حضرت صاحبزادہ سراج الحق نعمانی...... کے لئے مکان کی تعمیر کی حضرت اقدس نے تحریک فرمائی ایڈیٹر صاحب الحکم نے تحریر فرمایا:۔

"ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ صاحبزادہ پیر سراج الحق جمالی نعمانی سرساوی ہجرت کر کے دارالامان میں حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن کے آستانہ علیا پر ہمیشہ کے لئے آ گئے ہیں اور عنقریب وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد کے موافق بعض ضروری دینی خدمات کے سرانجام دینے کے لئے ایک لمبا سفر کرنے والے ہیں۔

حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوۃ والسلام نے تجویز کی ہے کہ اس سے پیشتر کہ صاحبزادہ صاحب اپنے مقررہ سفر کے لئے روانہ ہوں ان کے اہل و عیال کے رہنے کے لئے ایک مختصر سا مکان باہمی چندہ سے طیار کرا دیا جاوے اور خود حضرت اقدس اور حضرت اماں جان نے اس کار خیر میں سبقت فرمائی ہے جیسا کہ فہرست چندہ سے معلوم ہو گا۔ لہٰذا بتعمیل ارشاد حضرت مسیح موعود اپنی جماعت کے مخلص احباب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ حسب استطاعت اس چندہ میں شریک ہوں۔ کل روپیہ اس تعمیر مکان کے متعلق حضرت میر ناصر نواب صاحب مہتمم کی خدمت میں بھیجا جاوے جس کی رسید بذریعہ اخبار شائع ہوتی رہیگی اب ذیل میں ان احباب کے نام درج کئے جاتے ہیں جنہوں نے اس مکان کی تعمیر کے لئے چندہ دیا ہے۔

حضرت اقدس امام الزمان، حضرت اماں جان، حضرت مولوی نورالدین صاحب، حافظ غلام محی الدین صاحب، مستری محمد عمر صاحب، مولوی عنایت اللہ صاحب مدرس سادو گرایہ، مرزا اسمٰعیل بیگ پریس مین، پیر منظور محمد صاحب، غلام محمد صاحب طالب العلم، قاضی سید امیر حسین صاحب، حضرت میر ناصر نواب صاحب، محمد اکبر خان صاحب سنوری، یار محمد صاحب، شیخ محمد اسمٰعیل صاحب، حاجی فضل حسین صاحب شاہجہان پوری، مولوی محمد علی صاحب ایم اے، متفرق معرفت میر ناصر نواب صاحب، ماسٹر شیر علی صاحب بی اے، شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر، پیر سراج الحق صاحب، عبدالرؤف صاحب، منشی کرم علی صاحب سنگ ساز، شیخ نذر محمد صاحب" (۱۳)

اس کے بعد دو فہرستیں مزید شائع ہوئیں۔

وفد نصیبین اور جلسہ الوداع

حضور کو جولائی ۱۸۹۹ء کے ابتداء میں یہ اطلاع ملی تھی کہ ایک شہزادہ نبی کا چبوترا اب تک جلال آباد علاقہ کابل میں موجود ہے اور اس چبوترے کے نام ریاست کابل میں کوئی جاگیر بھی موجود ہے جس کے کاغذات کی نقل حاصل کرنا آپ کے مد نظر تھا۔ کابل اور کوہ نعمان بھجوانے کے لئے تو انہی علاقوں کے آدمی متعین کئے گئے تھے مگر سفر نصیبین کے لئے حضور نے تین افراد پر مشتمل ایک وفد تیار کیا جس کے امیر مرزا خدا بخش صاحب نامزد ہوئے (جو شہر جھنگ سے ہجرت کر کے قادیان میں آ رہے تھے اور دن رات خدمت دین میں مصروف تھے اور حضرت میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی اور مولوی حکیم قطب الدین بدوملہوی بطور رکن قرعہ اندازی سے شامل وفد کئے گئے۔ وفد کے اخراجات کے لئے حضرت اقدس نے ۱۴ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو بذریعہ اشتہار ایک پر زور تحریک فرمائی...... انتظامات پایہ تکمیل کو پہنچے تو حضرت اقدس کی ہدایت پر ۱۲ نومبر ۱۸۹۹ء کو ان کے الوداع کا جلسہ ہوا....... افسوس بعض وجوہ کی بنا پر وفد نصیبین کا جانا معرض التواء میں چلا گیا" (۱۴)

۱۸۹۹ء میں براعظم افریقہ کے ملک یوگنڈا میں جماعت احمدیہ قائم ہو چکی تھی۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں سے احباب بسلسلہ ملازمت افریقہ جا رہے تھے چنانچہ محمد افضل صاحب کلنڈنی بازار ممباسہ کی طرف سے الحکم میں ۲۳۔ افراد کی فہرست شائع ہوئی۔ یہ فہرست ۶ فروری ۱۸۹۹ء کی ہے جو الحکم ۲۶ اپریل ۱۸۹۹ء میں شائع ہوئی۔ (۱۵)

اس طرح ۱۸۹۹ء کا سال سلسلہ احمدیہ پر افضال و انوار الٰہی کے نزول کا موجب ٹھہرا جو مستقبل کی ترقیات کا موجب ہیں۔

حوالہ جات

(۱) الحکم نمبر ا جلد ۴ صفحہ ۴

(۲) الحکم ۱۵ جون ۱۸۹۹ء

(۳) تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۶۱

(۴) " " صفحہ ۶۲

(۵) ذکر حبیب صفحہ ۷۵

(۶) الحکم نمبر ا جلد ۴، ۱۰ جنوری ۱۹۰۰ء صفحہ ۴، ۵

(۷-۸-۹) " " " ۵

(۱۰) تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۷۴

(۱۱) الحکم جلد ۳ نمبر ۳۰۔، نمبر ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵ (۱۹۹۹ء)

(۱۲) الحکم نمبر ا جلد ۴ ۱۰ جنوری ۱۹۰۰ء صفحہ ۶۔

(۱۳) الحکم جلد ۳ نمبر ۳۲ ۹ ستمبر ۱۸۹۹ء (۱۴) تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۷۲-۷۳ (۱۵) الحکم نمبر ۱۵ جلد ۳

امریکہ میں یوسیمیٹی (yosemitte) وادی کی سیر

مرسلہ: مولانا محمد صدیق شاہد گورداسپوری

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں بہت سے مقامات اپنی خوبصورتی، سرسبز و شاداب وادیوں اور دلکش مناظر کی وجہ سے سارا سال سیر و تفریح کی آماجگاہ بنے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک یوسیمیٹی وادی بھی ہے جو ریاست کیلیفورنیا میں سان فرانسسکو شہر سے قریباً ۳۰۰ میل دور مغرب میں بلند و بالا پہاڑوں کے درمیان واقع ہے اس کی سیر کے لئے امریکہ کے طول و عرض سے آنے والے لوگوں کے علاوہ یورپ اور دیگر ممالک سے بھی ہر سال ہزاروں کی تعداد میں سیاح آتے ہیں اور کئی کئی دن وہاں کیمپ لگا کر یا ہوٹلوں میں قیام کر کے اس کی سیر سے لطف اندوز ہوتے ہیں یہ وادی اپنی آبشاروں، بلند و بالا پہاڑوں، سبزہ زاروں، سیدھی کھڑی چٹانوں، شاہ بلوط کے بلند درختوں کے جھنڈوں کی وجہ سے ایک نہائیت ہی دلکش نظارہ پیش کرتی ہے۔

اس وادی کو دیکھنے کے لئے سان ہوزے (San Jose) جماعت نے اپنے اطفال اور ناصرات کے لئے ایک پروگرام مرتب کیا اور والدین کو بھی ساتھ جانے کی دعوت دی چنانچہ مکرم وسیم احمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ سمیت سات فیملیاں راقم الحروف ہمراہ اہلیہ صاحبہ اور بیٹی کے اس تفریحی پروگرام میں گئے۔

مورخہ ۱۵۔ اگست ۵-۰۰ بجے صبح بیت البصیر میں ہم اکٹھے ہوئے۔ فجر کی نماز باجماعت ادا کی اور پھر دعا کے بعد قافلہ روانہ ہوا اور قریباً اڑھائی سو میل کا سفر طے کر کے ہم ساڑھے دس بجے ایک موٹل (Motel) پر پہنچے جس کا نام (Muir Lodge) ہے جہاں ہم نے رات کو قیام کرنا تھا وہاں کچھ دیر ٹھہرے کمروں کی چابیاں وغیرہ لیں اور آگے روانہ ہوئے۔ یہاں سے پہاڑوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا اور سڑک بل کھاتی ہوئی ایک ندی کے ساتھ ساتھ پہاڑوں کے درمیان سے گذر رہی تھی ایک جگہ رکے جہاں یوسیمیٹی وادی دیکھنے کے لئے ٹکٹ حاصل کرنی تھی چنانچہ ہر کار کے بیس ڈالر اور فی سواری ۱۰ ڈالر کا ٹکٹ خریدا گیا جو سات دن کے لئے استعمال ہو سکتا تھا جب ہم وادی میں داخل ہوئے تو ایک عجیب دلکش نظارہ تھا وادی کے اردگرد بلند و بالا پہاڑ تھے جن کی چوٹیاں آسمان سے باتیں کرتی نظر آ رہی تھیں بعض چٹانیں ایسی سیدھی تھیں کہ یوں دکھائی دیتا تھا گویا کسی سنگ تراش نے انہیں کمال مہارت سے تراشا ہے اس طرح یہ خدائی حکمت اور قدرت کا ایک عجیب منظر پیش کر رہی تھیں ان پہاڑوں اور چٹانوں پر سے آبشاروں کی شکل میں پانی کا گرنا پتھروں پر پڑ کر گونج پیدا کرنا اور پھر ندی نالوں میں بہنا ایک نہایت ہی خوبصورت اور فرحت بخش نظارہ تھا وہاں شاہ بلوط کے سیدھے اور بلند درخت جو کہ جھنڈ کی شکل میں تا حد نظر ترتیب کے ساتھ پھیلے ہوئے تھے بہت ہی پرکشش دکھائی دے رہے تھے۔

اس وادی کے مناظر سے لطف اندوز ہونے والوں کی ہر طرف کاریں نظر آ رہی تھیں اور ہمارا قافلہ جو سات کاروں پر مشتمل تھا ان کی پارکنگ کے لئے جگہ نہیں مل رہی تھی اور ہمیں کئی سڑکوں کا چکر کاٹنا پڑا چنانچہ پارکنگ کی جگہ تلاش کرتے ہوئے مکرم محمد نصیر صاحب بچھڑ گئے۔ اسی اثناء میں نماز ظہر کا وقت ہو چکا تھا للہٰذا ہم نے نماز ظہر و عصر باجماعت ادا کی یہ بھی ایک عجیب بات تھی کہ اتنے بڑے اژدھام میں جہاں ہر طرف دنیاوی عیش و عشرت کے نظارے

نظر آرہے تھے اور باوجود اس کے کہ اس صانع عالم کی قدرت کے نظارے ان کی آنکھوں کے سامنے جلوہ گر تھے ان کو اس بالا ہستی کی طرف کوئی توجہ نہیں تھی وہاں چند افراد کو اس خالق حقیقی کے سامنے رکوع و سجود کرنے اور اس کی کبریائی کے اظہار کرنے کا موقع مل رہا تھا اور دیکھنے والوں کے لئے یہ ایک عجیب نظارہ تھا۔

اس وادی جنت نظیر کی سیر سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ہم پہاڑی کی بلندی پر بل کھاتی ہوئی سڑک پر ایک گھنٹہ کی ڈرائیونگ کے بعد قریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ایسی جگہ پہنچے جو Glacier Point کہلاتا ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں سے نیچے یوسیمٹی وادی کا نظارہ کیا جا سکتا ہے اس جگہ شام تک قیام کیا اور سورج کے غروب ہونے کا انتظار کیا کیونکہ وہ بھی ایک قابل دید نظارہ تھا جب سورج غروب ہوا تو سامنے کی پہاڑیوں پر مختلف قسم کے رنگ نمودار ہونے لگے کبھی سفید۔ کبھی نیلا۔ کبھی سرخ جو آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا نظارہ تھا خالق کائنات کی حمد سے دل لبریز ہو رہا تھا۔ اور قرآن حکیم کا حقیقت افروز بیان سامنے تھا۔ "مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝" (الملک ۴-۵)

تو رحمان خدا کی پیدائش میں کوئی رخنہ نہیں دیکھتا اور اپنی آنکھ کو ادھر ادھر پھیلا کر اچھی طرح سے دیکھ لے کیا تجھے خدا کی مخلوق میں کسی جگہ بھی کوئی رخنہ نظر آتا ہے پھر بار بار نظر کو چکر دے وہ آخر تیری طرف ناکام لوٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہو گی۔

غرض کہ اس صانع عالم کی حمد و ثناء سے دل لبریز ہو گیا جس نے ایسے حسین دلکش اور عقل انسانی کے لئے حیران کن مناظر پیدا کئے کافی دیر تک ہم ان نظاروں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ یہ مقام ایسا ہے جہاں موسم سرما میں جو اکتوبر سے شروع ہوتا ہے برف باری کی وجہ سے سڑکیں بند ہو جاتی ہیں اور برف باری اتنی ہوتی ہے کہ وہاں آنا جانا خطرناک ہوتا ہے لہٰذا اسے زائرین کے لئے بند کر دیا جاتا ہے اور اسی برف باری کی وجہ سے اسے Glacier Point کہتے ہیں اس کے علاوہ سبھی اونچے پہاڑوں پر موسم سرما میں برف کثرت سے پڑتی ہے اور پھر موسم گرما میں برف پگھلنی شروع ہوتی ہے جس سے نیچے دریاؤں میں ندی نالوں میں بعض دفعہ سخت سیلاب آجاتا ہے چنانچہ ۱۹۹۲ء میں ایسا ہی سیلاب آیا جس سے کافی نقصان ہوا۔ یہاں کا موسم مئی سے ستمبر تک عموماً اچھا ہوتا ہے اور اسی موسم میں زیادہ تر سیاح آتے ہیں اور اس موسم میں سیر کرنے والوں کو ایک سال قبل ہوٹلوں میں بکنگ کرانی پڑتی ہے چنانچہ جب ہم نے بعض ہوٹلوں سے رابطہ پیدا کیا جو یوسیمٹی کے اندر یا قریب ترین علاقہ میں تھے تو بتایا گیا کہ اگلے سال اگست تک بکنگ ہے اس کے بعد جگہ مل سکتی ہے لہٰذا ہمیں قریباً پچاس میل دور بکنگ کرانی پڑی وہ بھی ایک پرانے معمولی سے ہوٹل میں جس میں صفائی کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔

گلیشیر پوائنٹ (Glacier Point) دیکھنے کے بعد رات قریباً ۱۱ بجے ہم اس ہوٹل میں آئے جہاں ہمارے قیام کا انتظام تھا رات بسر کی اور صبح نماز فجر اور ناشتہ کے بعد پھر واپس گئے ٹکٹ تو سات دن کے لئے تھا مگر ہمارے پاس صرف دو یوم تھے جن میں ہم نے سیر کرنی تھی ایک جگہ رک کر برلب سڑک درختوں میں ہم نے دوپہر کا کھانا تناول کیا اور ظہر و عصر کی نمازیں باجماعت ادا کیں یہاں بھی گزرنے والے ہمیں عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا کر رہے ہیں بہرحال ہمیں وہاں بھی اس بالا ہستی کے سامنے سربسجود ہونے کی توفیق ملی جس نے رنگا رنگ کے نظارے انسان کی

سیروسیاحت کے لئے اور ان سے محظوظ ہونے کے لئے پیدا کر رکھے ہیں۔

پھر قافلہ وادی کی طرف رواں دواں ہوا اور بل کھاتی ہوئی سڑکوں پر قریباً ایک گھنٹہ کی ڈرائیونگ کے بعد وادی میں داخل ہوا اور شام تک اس کی آبشاروں۔ سبزہ زاروں اور حسین مناظر سے لطف اندوز ہونے کے بعد واپسی کا سفر اختیار کیا۔ راستہ میں ایک ریستوران میں ٹھہر کر شام کا کھانا کھایا اور رات کے گیارہ بجے واپس سان ہوزے اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے۔ اس وادی کے بارہ میں بعض مزید باتیں بھی قابل ذکر ہیں۔

اول : گو اس وادی کی خوبصورتی اور وہاں زیارت کے لئے آنے والوں کی سہولت اور آرام کے لئے حکومت کیلیفورنیا بہت کچھ خرچ کر رہی ہے پھر بھی ۷۰ سال سے ایک الگ یوسیمیٹی ایسوسی ایشن قائم ہے جو نیشنل پارک سروس کے نام پر لوگوں سے عطایات وصول کرتی ہے اور بہت سے لوگ اس کے مستقل ممبر ہیں جو باقاعدہ عطیہ ادا کرتے ہیں جو پچیس ڈالر یا زائد ادا کرتا ہے ان کے نام نمایاں طور پر لکھے جاتے ہیں جو یوسیمیٹی وادی سنٹر کے پیچھے ہے چنانچہ اس ایسوسی ایشن نے ۱۹۸۸ء سے اب تک ۱۱ ملین ڈالر منتظمین کو دئے ہیں جو ۱۵۰ پروگراموں پر خرچ ہوئے اس میں زائرین کی معلومات کے لئے کتب، پمفلٹس کی اشاعت کلاسز کا انعقاد۔ ترجمانوں کی خدمات جس میں صفائی۔ تزئین اور سڑکوں کا نظام وغیرہ شامل ہیں۔

دوم : اس وادی میں سیاہ رنگ کے ریچھ پائے جاتے ہیں جو عموماً رات کو اپنی خوراک کی تلاش میں نکلتے ہیں وہاں چونکہ کافی لوگ کیمپ لگا کر رہائش اختیار کرتے ہیں جو اپنے ساتھ کھانے کی اشیاء کافی مقدار میں لاتے ہیں جن کی خوشبو ریچھوں کے پارک میں آنے کا باعث بنتی ہے گو لوگوں نے اپنی خوراک کو محفوظ رکھا ہوتا ہے یا پھر کاروں میں بند مگر پھر بھی ریچھ ان کو تلاش کر لیتے ہیں اور کاریں توڑ کر کھانے کی اشیاء لے جاتے ہیں مزاحمت پر وہ زائرین کو زخمی کر دیتے ہیں لہٰذا منتظمین نے ہدایات جاری کر رکھی ہیں کہ اپنے کھانے کی اشیاء کو بحفاظت رکھو یا ان سٹورز میں محفوظ کروا دو جو حکومت نے ان کے لئے مہیا کر رکھے ہیں۔ ۱۹۹۷ء میں ان ریچھوں نے ۵۸۰۰۰۰ ڈالرز کا نقصان کیا جن میں ۹۰۰ کاریں توڑی گئیں یہاں شیر بھی پائے جاتے ہیں جو کبھی کبھی نظر آتے ہیں ان سے بچنے کے لئے بھی ہدایات جاری کی جاتی ہیں۔

سوم : ٹیلیفون سروس بھی بہت عمدہ ہے جو ۹۰۰ زائرین کی معلومات اور ہوٹل کی بکنگ کے لئے موجود ہیں۔ سال کے دوران ان میں سے کسی سے بھی رابطہ پیدا کر کے اپنی ٹرپ کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔

چہارم : یہاں جنگلات کی حفاظت کے لئے ایک الگ محکمہ قائم ہے جو درخت خشک ہو جاتے ہیں یا قابل دید نہیں رہتے ان کو کاٹ دیا جاتا ہے اور لکڑی باہر لے جا کر مکانوں کی تعمیر یا فرنیچر بنانے میں کام آتی ہے۔ غرض کہ وہاں صفائی کا ہر طرح خیال رکھا جاتا ہے تاکہ زائرین کے لئے ایک صاف ستھرا اور خوشگوار ماحول میسر رہے اور وہ کسی قسم کی کوفت محسوس نہ کریں۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس خوبصورت اور حسین وادی کی سیر کے لئے ۱۹۸۹ء میں ہمارے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی تشریف لے گئے تھے۔

گھروں کی پودوں سے آرائش و زیبائش

تحریر: محمد اکبر راٹھر ریٹائرڈ ڈپٹی ناظم جنگلات

خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنے حسن و جمال کو ظاہر کرنے کے لئے دو بڑے حصوں جن کو سائنسی اصطلاح میں بیالوجی (BIOLOGY) کہتے ہیں قائم کیا ہوا ہے۔ ایک حصہ کو حیوانیات اور دوسرے کو نباتات کہتے ہیں اور ان کو اس قادر مطلق نے اس قدر مربوط کیا ہوا ہے کہ اگر ایک سلطنت کے کسی حصہ میں کسی قسم کی کمی یا ضعف واقع ہو جائے تو دوسری سلطنت سخت متاثر ہوتی ہے۔ بنی نوع انسان کی زندگی کا تمام تر انحصار بلکہ ۹۵ فی صد ضروریات مثلاً خوراک۔ آب و ہوا۔ پاکیزہ ماحول۔ ادویات یہاں تک کہ آکسیجن جس کے بغیر انسان پل بھر زندہ نہیں رہ سکتا اس کو مہیا کرنے کا کام اس حکیم خدا نے سلطنت نباتات کے سپرد کیا ہوا ہے۔

ماہرین نباتات کے مطابق ایک اوسط درخت ۳۵/۳۰ اشخاص کے لئے اپنے ارد گرد کے ماحول کو خوشگوار اور معطر کرنے کے لئے ایک مناسب مقدار میں نمی اور آکسیجن اپنے پتوں کی نچلی سطح کے Stomalal cells سے خارج کرتا ہے اور انہی پتوں کے ذریعہ ماحول کی گندگی فضا کی کاربن ڈائی آکسائیڈ بطور اپنی خوراک استعمال کرتا ہے۔ پودے کے پتے کا اگر خوردبین سے مشاہدہ کیا جائے تو خدا کے اس کارخانے میں مہیا کئے گئے مختلف شعبے پودے کی بڑھت۔ پھول پھل پیدا کرنے اور زمین کی انتہائی تہوں سے پانی کو کھینچ کر ہوا میں خارج کرنے کے عمل کو دیکھ کر خالق کائنات کے عظیم صناع ہونے کا پتہ ملتا ہے۔ اور انسان جب کسی تپتی دوپہر کو کسی درخت کی گھنیری چھاؤں میں آرام کے دوران اس درخت کی خارج شدہ نمی اور آکسیجن ملی ٹھنڈی ہوا میں سانس لیتا ہے تو اس کی ضمیر پکار اٹھتی ہے کہ درخت لگاؤ۔ درخت اگاؤ اسی میں تمہاری زندگی ہے اسی میں تمہاری فلاح۔ خالق کائنات نے سلطنت حیوانات اور سلطنت نباتات کے امتزاج کو اپنی رعنائیوں کو مزین کرنے کے لئے سلطنت نباتات کو چار بڑے گروپوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

۱۔ Thallophyte گروپ۔ یہ پودوں کا وہ گروپ ہے جو صرف singlebodycell کی حیثیت سے Chlorophyll کی موجودگی میں تمام زندگی کے سفر طے کرتے ہیں ان کی نہ جڑ ہوتی ہے نہ تنا اور نہ پتہ۔

۲۔ Bryophytes گروپ۔ ان پودوں کی حقیقی جڑ کی بجائے Rhizoids ہوتے ہیں جس سے پودے جڑوں کا کام لیتے ہیں صرف تنے اور پتے ہوتے ہیں اور نہایت نمی والی جگہوں مثلاً کنوؤں کی دیواروں۔ آبشاروں اور چشموں کے نزدیک پتھروں پر بود و باش اختیار کرتے ہیں۔

۳۔ Pteridophytes گروپ۔ ان پودوں کی جڑیں۔ تنے اور پتے ہوتے ہیں مگر پھول اور پھل نہیں ہوتے۔ یہ پودے برفانی پہاڑوں کی ڈھلوانوں میں پائے جاتے ہیں ان میں زیادہ تر Tiger Fern اور Ladyhair pin Fern زیادہ مشہور ہیں۔ ٹائیگر فرن کے پودے جو برف کے پگھلنے کے ساتھ ہی لاکھوں کروڑوں کے حساب سے نکل آتے ہیں ان کے ڈنٹھل وادیوں میں رہنے والوں کے لئے بہترین ساگ ہے۔ جس کو کنجی کا ساگ کہتے ہیں۔ یہ پنجاب کے سرسوں کے ساگ سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے اور جب اس ساگ کو گھر کے بنے ہوئے پنیر کے ساتھ ملا کر پکایا جائے تو گوشت سبزی کا بہترین بدل ہو جاتا ہے۔

۴۔ Spermatophytes گروپ۔ ان پودوں کی جڑیں۔ تنے۔ پتے اور پھول اور پھل ان گنت رنگوں میں اس کرہ ارض کے مختلف خطوں میں خدا تعالیٰ کے وجود کو آشکار کر رہے ہیں خالق کائنات نے اس بڑے گروپ کو دو مزید سب گروپوں میں یعنی (i) Angiosperms اور (ii) Gymnosperms میں تقسیم کیا ہے یعنی روئے زمین پر ان پودوں کے رنگ برنگے پتے۔ ہزاروں رنگوں میں دل لبھانے والے پھول اور ان کی ذہنوں کو معطر کرنے والی خوشبو اور قسما قسم کے خوش ذائقہ پھل۔ سائنسدانوں نے ان مختلف انواع کے پودوں کے اوصاف دریافت کرنے کے لئے تحقیقات شروع کر دی چنانچہ کیلیفورنیا کی یونیورسٹی نے یہ انکشاف کیا کہ انہوں نے دنیا میں مختلف جگہوں میں پائے جانے والے پودوں کی ایک لاکھ تیس ہزار اقسام دریافت کر لی ہیں قدرت کے عطا

کردہ فطرتی حسن اور اپنے ذوق و شوق کی تسکین کے لئے اپنے گھروں کے اندر۔ باہر صحنوں برآمدوں اور کمروں کے خالی کونوں کھڑکیوں کے نیچے یہاں تک کہ باتھ روم کے کسی کونے میں درج ذیل پودے رکھے جا سکتے ہیں۔

(۱) Strongly light demanding species تیز روشنی پسند کرنے والے پودے
(۲) Moderately light demanding species تھوڑی روشنی پسند کرنیوالے پودے
(۳) Shade tolerant species سایہ برداشت کرنے والے پودے
(۴) Shade loving species سایہ پسند کرنے والے پودے

نوٹ کمروں کی آرائش کے لئے پودے گلشن احمد نرسری اور ایور گرین نرسری محلہ دار الفضل سے حاصل کر سکتے ہیں۔

ان چند پودوں کا مختصر ذکر ضروری ہے جو اپنے خوشنما پتوں کی وجہ سے برآمدوں اور کمروں کے لئے موزوں خیال کئے جاتے ہیں تاہم ان کے بہترین چناؤ کے لئے ہر ایک قسم کے پودے کو روشنی کی طلب کمروں کے اندر درجہ حرارت اور مناسب مقدار نمی کی موجودگی۔ جس میں پودے اچھی طرح نشو و نما پائیں۔ سے واقفیت رکھنا ضروری ہے ہمارے ملک میں سال بھر میں پانچ موسم جو تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بدلتے رہتے ہیں۔ (۱) موسم گرما (۲) موسم برسات (۳) موسم سرما (۴) موسم خزاں اور (۵) موسم بہار۔ اس لئے پودوں کا چناؤ موسم کے مطابق ہونا چاہئے۔ پودوں کی پرورش بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال سے کسی بھی صورت میں کم نہیں ہے:۔

۱۔ Galadium یہ بڑے پتے والا تیر نما شکل سبز اور سفید وریدوں کا حامل پودہ ہے جو اپنی خوبصورتی سے انسان کو محظوظ کرتا ہے۔ ۵۰۔۷۰ ڈگری فارن ہائیٹ درجہ حرارت میں خوب پھلتا پھولتا ہے۔

(۲) Dieffenbachia اعلیٰ خوبرو پودا ہے۔ گھر کی رونق کا سہرا کہلاتا ہے۔ اپنے پتوں کے بڑے پن اور (Varifation) کی وجہ سے مشہور ہے

(۳) Dracaena اس کی بہت اقسام ہیں خاصی مدت تک رکھے جا سکتے ہیں عام آب و ہوا میں نشو و نما پاتے ہیں۔

(۴) Sansevieria اسے سنیک پلانٹ بھی کہتے ہیں یہ ایک Clump کی صورت میں سیدھا دھاری دار شکل کے پتوں والا پودا ہے سخت جان بھی ہے ہر قسم کی آب و ہوا میں ہو سکتا ہے۔

(۵) Zebrina Pendula اس کے پتے ایک طرف سے گہرے سبز اور دوسری طرف سے گہرے جامنوں رنگ کے ہوتے ہیں۔ برآمدہ میں دیوار کے ساتھ لٹکائے گئے گملے میں بڑا خوشنما لگتا ہے کیونکہ اس کے شگوفے گچھوں کی شکل میں اطراف میں لٹک جاتے ہیں۔

(۶) Bromelia اس کی بھی کئی اقسام ہیں ہر قسم کی آب و ہوا میں پھلتے پھولتے ہیں اس کے پتے پانی کا ذخیرہ کر لیتے ہیں۔ پودے کے جوان ہونے پر اس سے ایک خوشنما سٹہ نکل آتا ہے جو مہینوں قائم رہتا ہے۔

(۷) Araucaria یہ پودا اپنے خوشنما چھوٹے چھوٹے پتوں کی وجہ سے بہت مشہور ہے

(۸) Monstera deticosa اسکے پتے چمک دار کٹے ہوئے خوبصورت ہوتے ہیں اندرونی کمروں کے لئے نہایت موزوں پودا ہے۔

(۹) Nactus کی بھی بہت زیادہ اقسام پائی جاتی ہیں اسے مکانوں کے کونوں میں رکھ کر گھروں کو خوبصورت بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف اقسام کے پام نرسریوں میں میا ہیں جو آپ اپنے ذوق کے مطابق کمروں کے لئے انتخاب کئے جائیں۔

(۱۰) Bouganvilla دیواروں کی زینت کے لئے مختلف رنگوں والے بہترین پودے ہیں۔

گھریلو آرائش و زیبائش کے ان طریقوں سے ہم گھر اور ماحول کو خوبصورت بھی بنا سکتے ہیں اور صحت مند تفریحی مشغلہ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

شذرات

(بلا تبصرہ)

مرسلہ: مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب

(چند فکر انگیز اقتباسات ہدیہ قارئین کئے جا رہے ہیں)

فرقہ واریت اور اسوہ حسنہ

کے تحت جناب راجہ انور صاحب اپنے ایک کالم میں تحریر کرتے ہیں:۔

"ملائیت کی صرف ایک ہی پہچان ہے کہ اس کا ہر دھڑا' ہر گروہ اور ہر فرقہ .... دوسرے دھڑے' گروہ اور فرقے کو مرتد اور خارج از اسلام گردانتا ہے۔ ان سب کے نزدیک مرتد کی سزا موت ہے۔ جبھی وہ آج کھلے بندوں ایک دوسرے کو گولیوں سے بھوننے میں لگے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایک دوسرے کی کھال کھینچنے ہی کو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا واحد طریقہ سمجھ رکھا ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے اسلام کو سیاسی تجارت کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ ہم میں سے جو کوئی زندگی کی دوڑ میں ذرا پیچھے رہ گیا۔ اس نے اسلام کے نام پر اپنی ذاتی دکان کھول لی۔ اس نے اس مقدس نام پر نہ صرف اچھی بھلی دولت اکٹھی کر لی' بلکہ سادہ فکر مسلمانوں کا ایک انبوہ کثیر بھی اپنے پیچھے لگا لیا۔ گرچہ محراب و منبر سے وہ یہی درس دیتا رہا کہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جسے اللہ رکھے اسے کون گزند پہنچا سکتا ہے؟ تاہم اپنی زندگی کی حفاظت خدا کے سپرد کرنے کے بجائے اپنے لیے مسلح محافظین کی ایک پلٹن بھرتی کر لی۔ ایسے لوگ جنہوں نے اندھے قتال و جدال کو راہ نجات فرض کر رکھا ہو' جو خدا کی کتاب پر بھی متفق نہ ہوں' وہ پاکستان کو دوسرا افغانستان تو بنا سکتے ہیں' لیکن اسے کوئی قاعدہ قانون یا سسٹم اور نظام نہیں دے سکتے۔ اسلام کے نام پر دہشت گردی کا خاتمہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ اسلام کے نام پر سیاست اور تجارت کی قانوناً ممانعت کر دی جائے۔ اسلام ہم سب مسلمانوں کا مشترکہ دین ہے۔ یہ کسی خاص فرد' گروہ' فقہ یا فرقے کی جاگیر نہیں۔ لہٰذا کسی گروہ' فرقے یا تنظیم کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ خود کو خدا کا نمائندہ قرار دے کر اپنے نظری مخالفین کو تہ تیغ کرنا شروع کر دے۔ نیز اس بات پر پابندی لگا دی جائے کہ ہم میں سے کوئی دوسرے فرقے' گروہ یا مذہب کی دل آزاری نہ کرے۔

میرا مطمح نظر یہ نہیں کہ مذہبی تنظیموں یا جماعتوں پر پابندی لگا دی جائے' بلکہ صرف یہ کہ مذہبی جماعتوں کا رخ ایوان اقتدار کے بجائے' خدمت خلق کی جانب کر دیا جائے۔ تاکہ وہ خود بھی (اقتدار کے بجائے) اللہ کی راہ پر گامزن ہوں اور لوگوں کو بھی تبلیغ' تحریک اور تشویق کے ذریعے اللہ کی جانب بلائیں۔ اس قادر مطلق کو ہماری خدمت یا مدد کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟ اللہ کی بہترین عبادت اور خدمت کا راستہ لوگوں پر راج کرنے کی کوشش یا خواہش کے بجائے خلق خدا کی خدمت کی وادی سے ہو کر گزرتا ہے۔ مسجد ایک سیاسی اکھاڑے کے بجائے اپنے گرد و نواح میں بسنے والے یتیموں' بیواؤں' مسکینوں' مظلوموں' محروموں اور اپاہجوں کے لئے امدادی مرکز کا کردار ادا کرے کہ یہی اسوہ حسنہ ہے!" (روزنامہ "خبریں" ۱۳ جنوری ۱۹۹۹ء)

انسانی حقوق کے بارہ میں تاثرات جذبات

مورخہ ۱۲۔ ۱۳ اکتوبر ۹۸ء کو حیدر آباد سندھ میں "پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق" کی جانب سے دو روزہ ورکشاپ کا اہتمام ہوا۔ سندھ میں بسنے والی اقلیتوں کے مختلف نمائندوں نے اس میں شرکت کی اور اپنے تاثرات و جذبات کا اظہار کیا۔ آخر میں اس

کمیشن کے ڈائریکٹر جناب آئی اے رحمان صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ سب انسان اچھے ہیں' ان کو سماج' ماحول' معاشرہ' سسٹم جو بھی نام دیں وہ ان میں خرابی پیدا کرتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم نظام بدلیں گے ہم نے تو کافی اس کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں تک سوال ہے کہ ہم نے امتیاز Discrimination کے بارے میں کیوں سوچنا شروع کیا ہے۔ اس کی میں آپ کو دو تین مثالیں دونگا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں اس ملک کے دو مشہور ترین جنرل تھے۔ وہ دونوں احمدی تھے' جنرل اختر حسین ملک اور جنرل عبدالعلی ملک' اس کے بعد حکومت نے فیصلہ کیا کہ کوئی احمدی لیفٹیننٹ سے اوپر نہیں جائے گا۔ تو یہ امتیاز کی بات ہو گئی۔ میرا ایک دوست سیسل چودھری فلائٹ لیفٹیننٹ' ۱۹۶۵ء کی ہوائی جنگ میں سب سے پہلے کام دکھایا اور اس کو ستارہ امتیاز ستمبر کی رات کو ہی مل گیا تھا لیکن اس کو بعد میں کہا گیا کہ آپ کی چھٹی ہو گئی۔ اس طرح اس کو بیکار کر دیا گیا۔ اس کو ایک دوسرے ملک نے اپنے پاس بلایا اور اس کو کہا کہ ہماری ایئر فورس کو تین چار سال میں تیار کر کے دو' تو امتیازات اس طرح کے ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کے یہاں سیکشن A-295 ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کسی مذہب کے سربراہ کی توہین نہیں کریں گے۔ مگر آپ نے کبھی سنا کہ کسی مسلمان پہ مقدمہ چلا ہو کہ اس نے دوسرے مذہب کی دل آزاری کی ہے۔ دوسرا حکومت پاکستان خود جرح کرتی ہے کہ جب آپ اپنے پاسپورٹ کی درخواست دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ مسلمان ہیں۔ اور آپ کو ایک حلف نامہ بھی بھرنا پڑتا ہے جس میں آپ احمدیوں کے سربراہ کو گالی دیتے ہیں۔ یہ بھی ایک امتیاز ہے۔ پھر یہ بھی صحیح ہے کہ تعصب صرف اقلیت کے ساتھ نہیں ہوتا' ہم سب ایک دوسرے کے ساتھ تعصب برتتے ہیں۔ ذات کا تعصب' زبان' اپنے گروہ کا وغیرہ وغیرہ" (ماہ نامہ "جہد حق" جنوری ۱۹۹۹ء صفحہ ۲۶-۲۷)

بقیہ از صفحہ ۲۱ :۔

مگر جج نے بدستور مخالفانہ روش قائم رکھی آخر اس نے احمدیوں کے خلاف فیصلہ لکھا۔ جس دن اس نے فیصلہ سنانا تھا اس دن وہ صبح کے وقت کپڑے پہن کر اپنی کوٹھی کے برآمدہ میں نکلا اور اپنے نوکر کو کہا کہ بوٹ پہنائے اور آپ ایک کرسی پر بیٹھ گیا نوکر نے بوٹ پہنا کر فیتہ باندھنا شروع کیا کہ یک لخت اسے کھٹ کی سی آواز آئی اس نے اوپر نظر اٹھائی تو دیکھا کہ اس کا آقا بے سہارا ہو کر کرسی پر اوندھا پڑا تھا۔ اس نے ہاتھ لگایا تو معلوم ہوا مرا ہوا ہے۔ گویا یکلخت دل کی حرکت بند ہو کر اس کی جان نکل گئی۔ اس کا قائم مقام ایک ہندو مقرر ہوا جس نے اس کے لکھے ہوئے فیصلہ کو کاٹ کر احمدیوں کے حق میں فیصلہ کر دیا۔"

(سیرۃ المہدی حصہ اول طبع دوم صفحہ ۹۴)

Monthly **Ansarullah** Rabwah

EDITOR : NASRULLAH KHAN NASIR

Regd. No. CPL – 92 March 1999.

سچی طمانیت حیا سے نصیب ہوتی ہے

سیدنا حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حیا کے بارہ میں ایک اہم نکتہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"...... پوری طمانیت ہی حیا سے ملتی ہے اور پوری طمانیت ہی ایمان سے ملتی ہے اور اصل طمانیت جس میں زوال الخوف بھی شامل ہو کوئی خوف کا شائبہ تک باقی نہ رہے وہ امن کی حالت' وہ طمانیت کی حالت حیا سے ملتی ہے ...... حیا ہی کے سارے شعبے ہیں جو ساری زندگی پر چھائے ہوئے ہیں اور سچی طمانیت حیا سے نصیب ہوتی ہے۔.....

ایک مومن جو جانتا ہے کہ خدا کی ہمیشہ اس پر نظر ہے وہ کیوں نہ حیا سے کام لے اور جب وہ اللہ کی حیا نہیں رکھتا تو پھر دنیا کی بھی حیا اٹھ جاتی ہے' کسی چیز کی حیا باقی نہیں رہتی۔ جن مغربی قوموں کا میں نے ذکر کیا تھا ان کی یہی مصیبت ہے' یہی وبال ہے ان کا کہ اللہ کی حیا اٹھ گئی ہے تو پھر رفتہ رفتہ دنیا کی حیا اٹھتی چلی جارہی ہے ان کا جو نقاب اٹھ رہا ہے اس کی کوئی انتہا نہیں سوائے اس کے کہ اپنا سب کچھ گند باہر کردیں اور پھر خود اس سے متنفر ہو کے بھاگیں۔

اور یہ دوسرا دور بھی کسی حد تک شروع ہو چکا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ حیا کا بدی' فسق و فجور سے یہ تعلق ہے کہ جب حیا نہ ہو تو بدی اور فسق و فجور نے لازماً ایسے دل پر قبضہ کرلینا ہے جو حیا سے خالی ہے۔ اب جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ رشوت خور کا چہرہ آپ نے دیکھا ہے اور ایسا ہی بدکاروں کا' ظالموں کا چہرہ دیکھا ہوا ہے کتنا بھیانک چہرہ ہو جاتا ہے۔ کبھی بھی آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نقوش بڑے اچھے ہیں' اس کی آنکھیں خوبصورت ہیں' اس کا ناک متوازن ہے' اس کے ہونٹ' اس کے گال' اس کی گردن' اس کا جسم جتنا وہ بظاہر خوبصورت ہوگا اتنا ہی بھیانک اور بد صورت دکھائی دے گا۔ یہی حال فاحشہ عورتوں کا ہوا کرتا ہے۔ فاحشہ عورتوں کا جو ظاہری حسن ہے اس کے ظاہر کو جتنا چاہیں آپ متوازن قرار دے لیں۔ ان کے چہرے سے جو ہولناک ایک کراہت پیدا ہوتی ہے ان کے چہرے پر نظر ڈالنے سے کوئی ظاہری حسن اس کراہت کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ ان کی آنکھیں حیا سے خالی' ان کے چہرے کے آثار حیا سے خالی اور اس کے نتیجے میں حسن کو بے حیائی ایسا بگاڑ دیتی ہے کہ وہ بدزیب' بدصورتی بن جاتا ہے بعینہٖ یہی مرکزی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمائی ہے حیا زینت بخشتی ہے اور بے حیائی حسن کو اجاڑ دیتی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۸ء بمقام لندن مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۸ دسمبر ۱۹۹۸ء)